جدید ایڈیشن

علماء حق کی تائیدات
اضافہ جات مع تخریج المسائل

وَمَنْ يَقُلِ الْغُرَابُ ابْنُ الْقَمَارِي: يَكْذِبُهُ إِذَا نَعَبَ الْغُرَابُ

ووٹ

کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ!

(کیا ووٹ کی حیثیت، شہادت، سفارش، وکالت، مشورہ اور امانت کی ہے؟)

تحقیق و تالیف

مفتی ندیم خان درویش حفظہ اللہ تعالیٰ

فاضل جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ جامع مسجد درویش پشاور صدر
متخصص جامعہ ابو ہریرہ نوشہرہ

ناشر:

دار الشہداء، شعبہ نشر و اشاعت دار العلوم فیض القرآن جمرود روڈ عبد الستار کورونہ پشاور

فہرست

فہرست 1
تقریظ_ شیخ الحدیث مفتی عبد السمیع غزنوی دامت برکاتہم العالیہ 4
تقریظ_ استاذِ محترم،عالم ربانی، مجاہد اسلام، شیخ الحدیث حضرت مولانا الطاف الرحمن بنوی صاحب 6
تقریظ_ اسیر فی اللہ جبل استقامت شیخ القرآن حضرت مولانا مفتی مجتبیٰ عامر صاحب حفظہ اللہ 8
تقریظ_ شیخ الحدیث مفتی شفیع الرحمٰن رحمانی بن شیخ الحدیث پیر طریقت فاتح قادیانیت ابوصالح محمد لعل الرحمٰن حفظہ اللہ تعالیٰ 12
تقریظ_ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی اسد اللہ مردانوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ 13
تقریظ_ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی ابویاسر عبداللہ حنفی 16
تقریظ_ عالم حق، عالم ربانی حضرت مولانا مفتی دلاور حنفی دیوبندی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ 17
تقریظ_ جامع المعقول والمنقول مرد مجاہد مرد قلندر خادم ختم نبوت حضرت مولانا غازی گل رحمن حقانی حنفی دیوبندی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ 19
تقریظ_ شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا فرحت اللہ غفرانی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ (آف انڈیا) . 20
تقریظ_ جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء واستاد الحدیث سراج المشایخ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی شیخ محمد خوشحال مبارز الحنفی الدیوبندی صاحب حفظہ اللہ مہتمم جامعہ فیض العلوم الاسلامیہ 21
تقریظ_ جناب شیخ القرآن والحدیث شیخ عبد الغنی صاحب دامت برکاتہم العالیہ (امارت اسلامیہ افغانستان) 23
مقدمہ (پہلی ایڈیشن) 24
مقدمہ (دوسری ایڈیشن) 25
کیا ووٹ شہادت ہے ؟: 27

شہادت کی شرعی اور اصطلاحی تعریف: 27
شہادت کی شرائط: 29
شہادت (گواہی) اور ووٹ کا تقابلی جائزہ؟: 32
ایک بے بنیاد شبہ کا اِزالہ: 38
تزکیہ کی تعریف و اقسام: 38
مفتی حمید اللہ جان صاحبؒ (سابق ممبر جمعیت علماء اسلام) کا فتویٰ ووٹ کے ناجائز: 41
ووٹ کی شہادت ہونے پر مفتی منیب الرحمن صاحب کا تبصرہ: 43
کیا ووٹ شفاعت (یعنی سفارش) ہے؟: 45
شفاعت کا معنیٰ: 47
کیا ووٹ وکالت ہے؟: 54
وکالت کی تعریف: 54
کیا ووٹ مشورہ ہے؟: 60
ووٹ اور مشورہ کے درمیان فرق: 60
مشورہ اور جمہوریت کے درمیان فرق کے بارے شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل محمد دامت برکاتہم لکھتے ہیں: 67
مشورہ اور جمہوریت کے درمیان فرق کے بارے حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ رقمطراز ہیں:67
حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنیؒ اسی طرح مفسر قرآن رقمطراز ہیں: 70
"الیکشن کی قباحت: 70
میں نے آج تک کسی کو ووٹ نہیں دیا از امام اہل السنہ شیخ سرفراز خان صفدر صاحبؒ: 71

کبھی بھی پورے ملک میں الیکشن نہیں ہوا از مفسر قرآن حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنیؒ: 72

"موجودہ جمہوریت اور اس کا تعارف: 73

ووٹ پر رد از شیخ الحدیث مولانا فضل محمد صاحب حفظہ اللہ (شیخ الحدیث بنوری ٹاؤن کراچی): 76

اسی طرح ووٹ کے ناجائز ہونے کے بارے میں شیخ الحدیث فاضل محقق نوجوان حضرت مولناڈاکٹر شمس الہدیٰ صاحب رقمطراز ہیں: 77

کیا ووٹ امانت ہے ؟: 84

امام الحرمینؒ کا اجماع کہ عورت، عوام، غلام اور ذمی کو حقِ انتخاب حاصل نہیں: 86

منتخِب (باصطلاح جدید ووٹر) کے شرائط از امام ماوردیؒ: 87

ووٹر کے لئے آئین پاکستان کی رو سے شرائط: 89

اِزالہ شبہات 91

شبہ اول: 91

دوسرا شبہ: 93

تیسرا شبہ: 94

ووٹ یا مغربی جمہوریت سے کبھی بھی اللہ کا دین دنیا میں غالب نہیں ہو سکتا از مفتی شامزئ شہید صاحبؒ: 95

چوتھا شبہ: 96

پانچواں شبہ: 98

تقریظ

شیخ الحدیث مفتی عبدالسمیع غزنوی دامت برکاتہم العالیہ

صدر مدرس المرکزیۃ الجہادیۃ کابل تحت ادارۃ الامارۃ الاسلامیۃ افغانستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدالانبیاء والمرسلین وقائدالمجاہدین وعلی آلہ واصحابہ ھداۃ طریق الحق ومقاتلی المشرکین والدھریین علی من واذاھم وتبعھم باحسان الی یوم الدین من القامعین للمبتدعۃ واھل الشرک واصحاب الجمہوریۃ والدمقراطین۔

چند روز قبل جناب قاری سعید الرحمن دامت حیاتہم العالی نے اپنے برادر خاص اوانتہائی محترم بھائی مفتی ندیم خان درویش صاحب مدظلہ العالی کی تالیف ”ووٹ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ“ تقریظ کے لئے پیش کیا۔ بندہ نے اس کے تمام تر مضامین غور سے دیکھیں جناب مفتی صاحب نے بہت قوی اور واضح شرعی دلائل سے ووٹ لینے دینے کے بطلان کو ظاہر کیا ہے جس کا خلاصہ اور مطلب یہ ہے کہ کفر کا مقدمہ کفر اور باطل کا مقدمہ خود باطل ہی ہوتا ہے۔ پس ووٹ بھی اس جمہوری لادینی نظام کا مقدمہ ہے اور جمہوریت کا نظام مغربی کفری لادینی نظام ہے۔ لہذا اس کا مقدمہ بھی باطل اور غیر شرعی عمل ہو گا۔ پھر جن حضرات نے ووٹ کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ جیسے سابقہ مفتی اعظم پاکستان جناب مفتی محمد شفیع صاحبؒ انہیں مؤلف صاحب نے مؤدبانہ اور احترامانہ انداز میں خوب قناعت بخش جواب دیا ہے۔ رسالہ کو غور کے ساتھ مطالعہ کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ ہر صاحب شک

اور تردد کی تشفی ہوجائینگی کہ مروجہ لادینی جمہوری نظام کے تحت ووٹ کا استعمال کوئی بھی شہادت ،وکالت اور امانت نہیں ہے۔ اور نہ ووٹ کا استعمال شرعاً لازم وواجب ہے اور نہ موجب ثواب ہے۔

بلکہ ووٹ کا استعمال اس جمہوری باطل نظام کی وجہ سے موجب گناہ اور حرام ہے۔ کیونکہ قرآن عظیم الشان کا حکم ہے۔اعوذباللہ من الشیطن الرجیم :وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَی لاثم والعدوان۔

کتبہ:ابو علی عبدالسمیع الغزنوی(عفی عنہ)

خادم الحدیث فی مدرسۃ المرکزیۃ الجہادیۃ

کابل تحت ادارۃ الامارۃ الاسلامیۃ افغانستان

تقریظ

استاذِ محترم،عالم ربانی، مجاہد اسلام، شیخ الحدیث حضرت مولانا الطاف الرحمن بنوی صاحب دامت بر کاتہم العالیہ سابقہ شیخ الحدیث جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ مسجد درویش پشاور صدر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام میں بالغ رائے دہی کی بنیاد پر انتخاب کا کوئی تصور نہیں ہے یہاں اہل حل والعقد کی رائے کا اعتبار ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں انتخابات میں بر ملا سو سو اور دو دو سو دیتے ہیں،ووٹ بکتا ہے اور بارہا کسی مداری قسم کے آدمی کو اتنے ووٹ مل جاتے ہیں کہ اُس کے مد مقابل بہت سے سنجیدہ قسم کے اُمیدواروں کی ضمانتیں ضبط ہو جاتی ہیں۔ اس قسم کے ممبران اسمبلی میں جا کر بلا سوچے سمجھے اپنے لیڈر کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں اور ووٹ کی حیثیت اور معنویت کا کوئی ادراک نہیں رکھتے پورے ملک کی سر براہی ہو یا حلقے کی نمائندگی کس قدر نازک اور ذمہ داری کی بات ہے لیکن عام طور پر اس طریقہ انتخاب سے منتخب ہونیوالے اپنے چھوٹے چھوٹے مفادات کی خاطر ملک وملت کا بیڑا غرق کر دیتے ہیں اور لاکھوں اور کروڑوں باشندگانِ ملک ستیاناس کر دیتے ہیں۔

جن لوگوں نے ووٹ کے استعمال کو شہادت وکالت قرار دیا ہے غالباًاُن کا مطلب یہ نہیں کہ یہ بعینہ شہادت ووکالت ہیں بلکہ وہ در اصل ووٹ کے استعمال میں انتہائی ذمہ داری کا احساس دلانے کیلئے ضمیر کو بیدار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں ووٹ کے استعمال میں عام طور پر محلاتی یا علاقائی یا بالکل ذاتی قسم کے تضادات پیش نظر ہوتے ہیں۔

ملک وملت کے وسیع تناظر میں اس کو بالکل نہیں دیکھا جاتا ہے چنانچہ،

ملک امیر موش وزیر گربہ رادیواں کنند

ایں چنیں ارکان دولت ملک راویران کنند

والی صورت پیدا ہو جاتی ہے مقالہ نگار مفتی محمد ندیم (خان درویش)صاحب نے اسی صورت حال کو عالمانہ انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے اللہ کرے مسلمان اپنے دین اور اقدار وروایات کی طرف لوٹ جائیں اللہ تعالیٰ اُنہیں دین ودنیا میں سر فرازی عطا فرمائیں گے۔

کتبہ:الطاف الرحمن بنوی(عفی عنہ)

حالاً مقیم جامع مسجد سپین جمات یونیورسٹی روڈ پشاور

تقریظ

اسیر فی اللہ جبل استقامت شیخ القرآن حضرت مولانا مفتی مجتبیٰ عامر صاحب حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ھو احکم الحاکمین والصلوۃ والسلام علی نذیر العالمین الذی ارسلہ بالھدی ودین الحق لیظھرۃ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون وعلی الہ واصحابہ الھادین المھتدین الذین ہم مختارون وناصرون۔اما بعد:

"قَالُوا لَنْ نُؤْثِرَكَ عَلَى مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالَّذِي فَطَرَنَا فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ"

آج خدا کی حکومت اور انسانی بادشاہتوں میں ایک سخت جنگ بپا ہے شیطان کا تخت زمین کے سب سے بڑے حصے پر بچھا دیا گیا ہے۔ اسکے گرانے کی وراثت اسکے پوجنے والوں میں تقسیم کردی گئی ہے۔یہ شیطانی بادشاہتیں چاہتی ہیں کہ خدا کی حکومت کو نیست ونابود کردیں۔

"يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ "

انکی داہنی جانب دنیوی لذتوں اور عزتوں کی ساحرانہ جنت ہے۔ قال نعم وانکم اذالمن المقربین، اور بائیں جانب جسمانی تکلیفوں اور عقوبتوں کی ایک دکھائی دینے والی جہنم بھڑک رہی ہے۔

"قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ إِلَهًا غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِينَ "

"قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ يَا نُوحُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ"

"قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ(٤)النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ(٥)إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ(٦)وَهُمْ عَلَى مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ "(٧)

جو فرزند آدم خدا کی بادشاہت سے انکار کرتا ہے اور ان لوگوں کا الّو پالتا ہے تو یہ دجال کفر و ظلمت اس پر اپنی جادو کی جنت کا دروازہ کھول دیتے ہیں کہ حق پرستوں کی نظر میں فی الحقیقۃ خدا کی

لعنت اور جہنم ہے اور جو فرزند خلیل خدا کی بادشاہت کا اقرار کرتا ہے انکو اپنی ابلیسی عقوبتوں اور جسمانی سزاوں کی جہنّم میں دھکیل دیتے ہیں کہ:

"قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ "(٦٨)

مگر فی الحقیقت سچائی کے عاشقوں اور راست بازی کے پرستاروں کے لئے وہ جہنم جہنم نہیں لذتوں اور راحتوں کی ایک جنت النعیم ہے کیونکہ انکے زبانِ ایمان وایقان کی صدا یہ ہے کہ:

"قَالُوا لَن نُّؤْثِرَكَ عَلَىٰ مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالَّذِي فَطَرَنَا فَاقْضِ مَا أَنتَ قَاضٍ"

اے دنیوی سزاوں کی طاقت پر مغرور ہونے والے بادشاہ تو جو کچھ کرنے والاہے کر گزر ."ہم آپکی جنت او دوزخ کو صاف دلائل او خدا وند لایزال پر ترجیح دینے والے نہیں ہیں۔

جبکہ یہ سب کچھ ہو رہا ہے اور زمین کے ایک خاص ٹکڑے ہی میں نہیں بلکہ اس کے ہر گوشے میں آج یہی مقابلہ جاری ہے تو بتلاؤ پرستاران دین حقیقی ان دجاجلہ کفر و شیطنت اور اس حکومت و امر الٰہی میں سے کس کا ساتھ دیں گے ؟ کیا انکو اس آگ کے شعلوں کا ڈر ہے جو دجال کی حکومت اپنے ساتھ ساتھ سلگانی آتی ہے،اور دنیوی راحت اور مزوں کیلئے نصوص قرآنی اور حدیث میں بے جا تاویلات کرکے دجالی حکومت کا سہارا بنیں گے، لیکن کیا انکو معلوم نہیں کہ انکا مورث اعلیٰ کون تھا؟ دین حنیف کے اوّلین داعی نے بابل کی ایک ایسی ہی سرکش حکومت کے مقابلے میں خدا کی حکومت کو ترجیح دی اور اسے آگ میں ڈالنے کے لیے شعلے بھڑکائے گئے پر اسکے نظر میں ہلاکت کے وہ شعلے گلزار بہشت کے شگفتہ پھول تھے۔

"قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ"

کیا انکے دل میں دنیوی لذتوں اور عزتوں کی اس جھوٹی جنت کی طمع پیدا ہو گئی ہے جسکی فریب باطل سے یہ جنود شیطانی انسانی روح کو فتنہ میں ڈالنا چاہتی ہے ؟

اے مسلمانوں! کیا متاع آخرت بیچ کر دنیا کے چند خزف ریزوں پر قناعت کی خواہش ہے؟ کیا اللہ کی حکومت سے باغی رہ کر دنیا کی حکومتوں سے صلح کرنے کا ارادہ ہے؟

آسمانی بادشاہت کے ملائکہ مکرمین اور قدوسیان مقربین اپنے نورانی پروں کو پھیلائے ہوئے اس راست باز روح کو ڈھونڈھ رہے ہیں۔ جو مخلوق کی بادشاہت چھوڑ کر خالق کی حکومت میں بسنا چاہتی ہے۔ کون ہے جو اس پاک مسکن کا طالب ہو اور پاکباز روحوں کی طرح پکار اٹھے کہ:

"رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا"

آج عالم اسلام میں انسانی بادشاہتوں کی تحریکیں اپنی اسلام دشمن عزائم اور خدائی حکومت کی نابودی پروگرام میں بہت بڑی حد تک کامیاب ہوتی رہی ہیں جسکی سبب دینی شعور کی کمی حرارت ایمانی کا ضعف غیرت اسلامی کا فقدان اور روح جہاد کی کمیابی عام ہو گئی اور نفع طلبی اور مادہ پرستی کے سیلاب نے عالم اسلام کے جزیرے کو چاروں طرف سے گھیر لیا، ہر طرف انسانی بادشاہتوں کے داعی ابولہب کے نمائندے نظر آتے ہیں لیکن خدائی حکومت کے مجاہد اور روح محمد سے سرشار لوگ کبریت احمر اور عنقا سے بھی زیادہ کمیاب بلکہ نایاب ہیں۔

در عجم گردیدم و ہم در عرب

مصطفٰی نایاب و ارزان ابولہب

اکثر دیندار او علم دوست طبقہ جس سے حکومت الٰہی کی قیام اور دعوت کی امیدیں وابستہ تھی وہ بھی نصوص قرآنی کی قطع و برید اور من پسند تاویلوں کی ذریعے سے حکومت الٰہی کی بنیادیں ڈھا رہے ہیں۔ انسانی حکومت جمہوریت کیلئے طرح طرح کی تاویلیں تراشتے ہیں۔

'اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کی چراغ سے'

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم

با من ہر چہ کرد آشنا کرد

دینی بنیاد ڈھانے کا سب سے بڑا سبب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زلۃ العالم بتایا ہے۔عالم دین کی معمولی لغزش کی بناء پر پتہ نہیں کئی کئی صدیوں تک لوگ جلتے ہیں۔

والقول خطاء وقد أخطاء به اول واضع۔

جمہوریت انسانی بادشاہت کی ایک جدید ابلیسی شکل جو فرعونیت کا ایک بگڑا یا بن بنایا تصویر ہے اسکی ریڑھ کی ہڈی ووٹ اور الیکشن ہے اسکو اسلامی قرار دینے اور اس پر آیات کریمہ فٹ کرنے سے ساری انسانی بادشاہت او شرک کی آبادی کھڑی نظر آتی ہے۔

برادر مکرم سیف بے نیام مفتی ندیم خان درویش صاحب نے فریضہ حق گوئی ادا کرتے ہوئے اس حقیقت کو روز روشن کی طرح واضح کی ہے اب بھی اگر کوئی ضد و عناد کے گھوڑے پر سوار ہو کر وہی باجا بجاتا رہے تو پھر اللہ نگہبان۔

برادر مکرم کی محبت پر چند سطور لکھ ڈالے اگرچہ بندہ عاجز کا بضاعت علمی نہ ہونے کے برابر ہے اور ایسے لوگوں کے کلام پر کچھ لکھنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

دربار الٰہی میں دعاگو ہوں کہ رب العزت قبولیت کا جامہ پہنا کر عوام و خواص کیلئے مفید بنائے۔(آمین یارب العالمین)

نویسندہ: مجتبی عامر بن عبد المتین عفا اللہ عنھما

جامعہ جواہر القران سلیم خان صوابی

30ربیع الاول1445ھ

تقریظ

شیخ الحدیث مفتی شفیع الرحمٰن رحمانی بن شیخ الحدیث پیر طریقت فاتح قادیانیت ابوصالح محمد لعل الرحمٰن حفظہ اللہ تعالیٰ

(مٹہ مغل خیل رحمان باغ شریف تحصیل شبقدر ضلع چارسدہ صوبہ خیبر پختونخواہ پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد!

جناب محترم مفتی ندیم خان درویش حفظہ اللہ کا تحقیقی رسالہ "ووٹ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ" کفار مغرب کے مسلط کردہ نظام حکومت جمہوریت کے غیر شرعی وغیر اسلامی ہونے پر بہترین کاوش ہے۔ جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ووٹ نہ شہادت شرعیہ ہے نہ جائز سفارش نہ شرعی وکالت ہے نہ مشاورت اور نہ ہی امانت ہے۔ بلکہ کفارِ مغرب کی مسلط کردہ نظام حکومت (جمہوریت) لانے کے لئے ایک غیر منصفانہ اور غیر اسلامی طریقہ انتخاب ہے جو سراسر باطل ہے۔

جس طرح جمہوریت اسلامی طرز حکومت (خلافت وامارت) کی مخالف ہے۔ اسی طرح جمہوری حکومت لانے کا سبب اور ذریعہ (ووٹ) بھی اسلامی قوانین کے متصادم ومخالف ہے۔ اس رسالے میں بعض مغالطوں اور شبہات کی تسلی بخش جوابات بھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس رسالے کو مقبول عوام وخواص بنائے اور مسلمانوں کے شرح صدر کا سبب وذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ النبی الصادق الامین۔

کتبہ: الفقیر محمد شفیع الرحمٰن رحمانی

استاذ الحدیث ورئیس دارالافتاء جامعہ صدیقیہ رحمانیہ مٹہ مغل خیل رحمان

باغ شریف شبقدر چارسدہ خیبر پختونخواہ تاریخ: 18 جمادی الاول 1445ھ 2 دسمبر 2023

تقریظ

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی اسد اللہ مردانوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(سابقہ مدرس انوار القرآن والعلوم وحالاًاستاذ الحدیث دار العلوم رحمانیہ مردان)

اللہ تعالی نے انسان کی اولِ آفرینش سے دو باتیں اس کی فطرت میں رکھی ہیں جو ہر فطرتِ سلیمہ کے حامل انسان میں نمایاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہر انسان دوسرے انسانوں کے ساتھ اجتماعی زندگی میں رہنا پسند کرتا ہے، دوسرا یہ کہ ہر مہذب اور سمجھدار معاشرہ میں معاشرتی نظم و ضبط کے لیے ضرور کوئی امیر اور حاکم منتخب کیا جاتا ہے۔ تاریخِ انسانی میں وہ قومیں پسماندہ اور غیر مہذب کہلاتی ہیں جن کا اجتماعی نظام کسی حاکم و امیر کا پابند نہ تھا جیسا کہ عربوں کی حالت جو قبل الاسلام تھی۔ پھر ان تمام قوموں میں سردار کا انتخاب اس کی صفات کی بنیاد پر ہوتا تھا۔ چنانچہ جو شخص حسب و نسب اور عزت وجاہ میں برتر ہوتا تھا اور ساتھ ساتھ اس کی عقل مندی بھی مسلّم ہوتی تھی اسے سردار بنایا جاتا تھا۔ اس لیے تو رسول اللہ ﷺ نے وفدِ عبد القیس کے سردار منذر بن عائذ کی ان الفاظ میں تعریف فرمائی۔

(إِنَّ فِيكَ خَصْلَتَينِ يُحِبُّهُمَا اللهُ: الحِلْمُ والأَنَاةُ).

ترجمہ: یعنی تمھاری ذات میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں: بردباری اور وقار۔

دینِ اسلام نے حاکمیت اور سیادت کی اہلیت کے لیے ان فطری صفات کے ساتھ ساتھ اس کو بھی ضروری قرار دیا کہ وہ ایسا شخص ہو جس کا علم و تقویٰ بھی مسلّم ہو اور وہ آج کل کے امید واروں کی طرح حاکمیت و منصب کا دلدادہ اور طلبگار نہ ہو بلکہ اس سے پہلو تہی کرنے والا ہو اور ایسے فرد کا انتخاب مسلمانوں کے سمجھدار افراد کی شوریٰ کرے گی جب تک انتخاب کا یہ طریقہ کار رہا، مسلمانوں کا اجتماعی معاشرہ نہایت پاکیزہ اور اونچی صفات کا حامل رہا اور غیر قوموں کیلئے اُن کی حکومتیں قابلِ رشک اور قابلِ تقلید رہیں۔

لیکن بد قسمتی سے جب سے مسلمانوں نے غیر مسلموں کی دیکھا دیکھی ووٹ اور جمہوریت کا فرسودہ نظام اپنایا اور ستم بالائے ستم یہ کہ دیندار حلقوں میں بھی اسے شہادت و کالت کے الفاظ سے سندِ جواز مل گئی اور بعض دیندار جماعتوں نے تو اس سلسلے میں اس حد تک پُر تشدّد موقف اپنایا کہ جو عالم نامِ نہاد جمہوری جماعت کا باقاعدہ رکن نہ ہو وہ زمرۂ علماء میں شامل نہیں اگر وہ کسی دینی مدرسے کا طالب علم ہے تو اس کا پڑھنا ہی بیکار ہے۔ اس کے نتیجے میں ایسے تمام خطوں میں مسلم معاشرے سے اسلامی اقتدار اور دینی ثقافت رخصت ہو گئی۔ پارلیمنٹ میں خدا کی حاکمیت اعلیٰ صدارتی اختیارات کے پابند ہو گئی۔ جائز و ناجائز اور حلال و حرام کے فیصلے کے لیے اسمبلی کا قرارداد معیار ٹھہرایا گیا۔ جسے اسمبلی کی اکثریت جائز کہے وہ جائز کہلائے گا اگرچہ وہ سود اور زنا کی طرح اکبر الکبائر ہو، اور جسے وہ جرم قرار دے وہ ناجائز ٹھرے گا اگرچہ وہ افضل الطاعات اور اہم العبادات ہو۔ جیسے نہی عن المنکر بالید۔ اور مرورِ زمانہ کے ساتھ یہ فرسودہ نظام ذہنوں میں ایسا گھر کر گیا کہ مسلم معاشرے میں شوریٰ اور خلافت کی اصطلاحات بلکل انجان بن گئیں، بلکہ ان سے وحشت محسوس ہونے لگی۔ ایسے حالات میں علماء کی ذمہ داری تھی کہ روزِ اوّل سے ہی اس نظام کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرتے اور اپنی مدلل تحریر و تقریر سے ناسمجھوں کو اس نظام کی خرابیاں اور مفاسد بتلاتے اور سمجھاتے۔ خلافت کی برکات و ثمرات سے آگاہ کرتے، تاکہ بروقت اس کی بیخ کنی ہوتی اور جہاں سے آیا تھا وہیں تک محدود رہتا لیکن اب بھی موقع ہے کہ علمائے وقت پر زور انداز میں اتفاقی طور پر اس معاشرتی کینسر کو ختم کرنے پر توجہ دیں۔ عالمِ کفر اور شیطان کے بندوں کے پاس اپنے شیطانی نظام کو سہارا دینے کے لیے یہی آخری زریعہ باقی ہے۔ اگر اس کی جڑیں کاٹ دی گئیں تو یہ طاغوتی نظام کی تابوت کا آخری کیل ثابت ہو گا۔ جدال و مناظرہ اور قتال کے میدانوں میں وہ شکست خوردہ ہیں۔ الحمد للہ ہمارے محترم حضرت مفتی ندیم درویش صاحب نے اس موضوع پر اپنی بساط کے بقدر بہت خوب خلاصہ قلم بند کیا

ہے۔ بندے کا اس کے مندرجات سے اتفاق ہے۔ اللہ تعالٰی اپنی عالی بارگاہ میں قبول فرمائے اور دست بدعا ہوں کہ حضرت موصوف کی یہ سعی و کاوش نظامِ خلافت کی احیاء اور نشاۃ ثانیہ کیلئے ایک مقدمہ ثابت ہو، زیادہ سے زیادہ قارئین اسکو پڑھیں اور اس کے مدلل مضمون کو قبول کر کے آئندہ کے لیے جمہوری عمل سے مکمل بائیکاٹ کریں۔

(اللھم اجعلنا من الراشدین آمین یارب العالمین)

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی اسد اللہ مردانوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ (سابقہ مدرس انوار القرآن والعلوم وحالاً استاذ الحدیث دار العلوم رحمانیہ مردان)

تقریظ

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی ابو یاسر عبد اللہ حنفی

شیخ الحدیث بجامعہ مدینۃ العلوم قندہارر و مسؤول تعلیم و تربیہ امارت اسلامی افغانستان قندہار

بسمہٖ تعالیٰ:

"ووټ کا تحقیقي وتنقیدي جائزه"په نوم کتاب مو داول څخه تر آخیره پوري ولوستي.ماشاءالله په زړه پوري، جالبه،جازبه،او زړه وړونکې دلائل یې پکښې راوړي دي.اصلًا په پاکستان کې دې موضوع ته لاس وروړل داورونه سره لوبي کول دي ځکه چې دجمعیت ګوند چې بدبختانه دجمهوریت لوي مدافع ګوند بلل کېږي ددوي له وجې پر دغه موضوع باندې لیکل کول دزمري زړه غواړي.زړه مو درد کوي چې دمحراب ومنبر څخه د جمهوریت دفاع کیږي.نور که نوي حد اقل داسلامي نظام او خلافت لپاره خو ذهن سازي او تربیت وکړي.کني کشران مو به مو آخر په بل لور ولاړ سي.حیران دې ته یو دپاکستان دجمعیت ګوند کسان زموږ وطن افغانستان کي اسلامي نظام غواړي او خپل وطن کې دوي په جمهوریت باندې راضي دي.که راضي ورباندي ندي نو په خپلو جلسو کې باید دوي په رد جمهوریت باندې هم وقتًا فوقتًا خبره وکړي.اما افسوس ددوي مشران او کشران نن سبا د جمهوریت دفاع دځان دپاره لوي افتخار ګنړي.الله تعالی دي مولانا مفتي ندیم درویش صاحب ته جزائ خیر ورکړي چې دپاکستان دعلماء کرامو له طرفه فرض کفایه ادا کړه.زموږ دافغانستان ډیر ملګري دده دپښتو درسونو څخه استفاده کوي،

ماشاءالله مفتي صاحب محترم یو جرار او سنجیده عالم دي. الله تعالی دي ورته طویل عمر نصیب کړي.دالله تعالی په دربار کې دعاګوه یم چې پروردګار عالم دغه لاجواب کتاب ته قبولیت او مقبولیت دواړه ورنصیب کړي.

کتبہ: ابو یاسر مفتی عبد اللہ حنفی

خادم الحدیث: جامعہ مدینۃ العلوم قندھار

و مسؤول تعلیم وتربیہ امارت اسلامی افغانستان قندھار.

تقریظ

عالم حق، عالم ربانی حضرت مولانا مفتی دلاور حنفی دیوبندی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

ضلع ٹانک، حالاً مدرس جامعہ شمس المدارس ڈی آئی خان

مبسملاً و مُحَمدِلاً و مصلیاً و مسلماً.

برادر مکرم حضرت مولانا مفتی ندیم خان درویش حفظہ اللہ (فاضل جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ جامع مسجد درویش پشاور صدر و متخصص جامعہ ابوہریرہ ر ہ رضی اللہ عنہ نوشہرہ کی کتاب "ووٹ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ!" پڑھی۔ جو دل کیلئے موجب نور و باعث سرور اور روح کیلئے ذریعہ انبساط ہوئی۔ ماشاء اللہ موصوف نے بڑی عرق ریزی اور جانفشانی سے عربی کتب کی حوالاجات اور واضح دلائل سے کتاب کو مرصع بنایا ہے۔ جو درجہ معجز مجازی تک پہنچا ہے۔ ایسے وقت میں جب کہ جادہ حق سے انحراف عام ہو چکا ہے۔ اسلامی نظام منہدم کیا گیا ہے۔ اور جمہوری نظام جو کہ عبارت ہے انگریزی نظام سے مستحکم بنانے کے کوشش میں ہر عام و خاص حتی المقدور کوشش کر رہا ہے اور باعث ثواب اور ذریعہ مغفرت سمجھ رہا ہے۔ تو اس وقت علماء حق کی ذمہ داری ہے کہ وہ زبان و قلم کی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے دین سماوی کی اشاعت کریں۔ تاکہ ضلالت و گمراہی کی گرداب میں پھنسی ہوئی نادان عوام و متجاہل علماء ہدایت سے بہرہ یاب ہو سکے۔ کیونکہ زبان و قلم کی سب سے بڑی سعادت یہ ہے کہ وہ حق کے اعلان و اظہار کا ذریعہ قرار پائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "لا تزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق لا یضرهم من خذلهم. حتی یاتی امر الله وهم کذالک " میری امت کی ایک جماعت حق پر قائم رہتے ہوئے غالب رہے گی۔ ان کی مدد سے ہاتھ کھینچنے والے انھیں کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالی کا حکم آجائے گا اور وہ ویسے ہی غالب رہیں گے۔ (مسلم الامارہ باب قول النبی

صلی اللہ علیہ وسلم لا تزال طائفۃ من امتی حدیث نمبر 1920) کیونکہ اس جماعت کو یہ یاد ہوگا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے دین کو مکمل کر لیا ہے اس میں کسی قسم کی زیادتی کی گنجائش نہیں۔ الیوم اکملت لکم دینکم الخ۔ اور اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جو ضابطہ حیات ہمیں دیا اور سکھایا ہے امیری وغریبی کا سلطنت وبادشاہت کا اس میں اپنی طرف سے زیادتی کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھورد۔ (بخاری ومسلم) اور : "علیکم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدین المھدیین" (ترمذی وابوداؤد)

العرض: موصوف مؤلف بھی اس جماعت کی شاہ سواروں میں سے ایک شاہ سوار ہے اور بندہ کے خیال میں فی زماننا موصوف کی یہ کاوش اپنی مثال آپ ہے۔ موصوف نے جو لکھا ہے سچ اور حق لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کی اس کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے اور اس سے لوگوں کو نفع پہنچائیے آمین بجاہ النبی الکریم۔

العبد الضعیف: دلاور حنفی دیوبندی بیٹنی ضلع ٹانک

حالاً مدرس جامعہ شمس المدارس ڈی آئی خان

20 جمادی الاول 1445ھ

30 دسمبر 2023 بروز اتوار

تقریظ

جامع المعقول والمنقول مرد مجاہد مرد قلندر خادم ختم نبوت حضرت مولانا غازی گل رحمن حقانی حنفی دیوبندی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

نحمده ونصلي على رسوله الكريم امابعد !

برادر مکرم حضرت مولانا مفتی ندیم خان درویش صاحب حفظہ اللہ (فاضل جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ جامع مسجد درویش پشاور صدر و متخصص جامعہ ابوہریرہؓ نوشہرہ)کی کتاب "ووٹ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ "پڑھی مجھے بے حد مسرت ہوئی،الحمد للہ موصوف نے بڑی جانفشانی سے عربی کتب کی حوالاجات اور واضح دلائل سے عربی کتب کو مرجع بنایا ہے۔

اس عظیم کارنامے کیلئے حق تعالیٰ نے برادر مکرم حضرت مولانا مفتی ندیم خان درویش صاحب حفظہ اللہ کا انتخاب فرمایا،چنانچہ حضرت نے (ووٹ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ)کے نام سے کتاب لکھا، جو حق وباطل کا تقابل ور تعارض لیل والنہار کی طرح ہمیشہ ہوتا رہا ہے، کیونکہ زبان و قلم کی سب سے بڑی سعادت یہ ہے کہ وہ حق کی اعلان واظہار کا ذریعہ قرار پائے معاشرت میں صحیح دین کو رواج دینا اور برائیوں سے روکنا ہر صاحب ایمان اور صاحب علم کا فرض ہے،ان تمام خصوصیات کی بناء پر نظر ڈالنے کے بعد اندازہ ہوا کہ یہ کتاب علماء و طلباء اور عوام الناس کیلئے نادر تحفہ ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت برادر مکرم مفتی ندیم خان درویش کو بہترین جزآئے خیر عطاء فرمائے آمین ثم آمین (وماذلک علی اللہ بعزیز)

کتبہ:العبد الفقیر گل رحمن حقانی صاحب حالاً مدرس جامعہ ضیاء المدارس الفاروقیہ

ڈی آئی خان تاریخ 29 جمادی الاولی 1445

تقریظ

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا فرحت اللہ غفرانی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ (آف انڈیا)

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین اما بعد:

زیر نظر تالیف "ووٹ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ" مؤلف عزیزم مفتی ندیم خان درویش حفظہ اللہ تعالیٰ فاضل جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ جامع مسجد درویش پشاور صدر کا میں نے مطالعہ کیا ماشاء اللہ فاضل جلیل نے بہت ہی عمدہ پیرائے میں مدلل بالقرآن والحدیث ابلیسی نظام کا ابطال کیا ہے اور ووٹ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کر کے ووٹ کی شرعی حیثیت کو بہت ہی اچھے انداز میں واضح کیا ہے۔ نظام جمہوریت ایک شیطانی نظام ہے جس کو ووٹ والیکشن کے ذریعہ وجود میں لایا جاتا ھے، برادر عزیز حفظہ اللہ نے جس کی حقیقت کو خوب بیان کیا ہے۔ آخری چند صفحات میں جن شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے وہ بھی انتہائی ضروری تھا، بہت سے افراد غفلت سے بیدار ہو جائیں گے اور دجال کے لشکر میں کھلبلی مچے گی اور یہ شیطانی نظام لکھ جائے گا، ان کی حق گوئی دجال کے لشکر کے حوصلے پست کرنے اس کو حزیمت سے دوچار کرنے، سازشوں کو ناکام کرنے، اور حق کو سر بلند کرنے میں اہم کردار ادا کرے گی۔ ان شاء اللہ۔

برادر عزیز کی حق گوئی نے اس کم علم کو بھی چند سطور لکھنے پر آمادہ کیا ورنہ ایسے اہل علم کے سامنے میرے قلم کو جنبش گوارہ نہیں۔ میری دعاء ہے کہ اللہ رب العزت اس قیمتی تالیف کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے اور ہر خاص وعام کے لئے مفید بنائے۔ آمین یارب المجاہدین

بندہ عاجز فرحت اللہ خان غفرانی و قاسمی یوسف زئی

خادم جامعہ عربیہ خادم الاسلام ہاپوڑہ یوپی الہند، 21 جمادی الاولی 1445ھ

تقریظ

جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء واستاد الحدیث سراج المشایخ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی شیخ محمد خوشحال مبارز الحنفی الدیوبندی صاحب حفظہ اللہ مہتمم جامعہ فیض العلوم الاسلامیہ بگرام ولسوالی ولایت کابل افغانستان

الحمد الله الذي زَيِّنَ العِبَادَ بِمَا أَرَادَ وَبَيْنَ طَرِيقَ المراد للزهَادِ والعُبَّادِ، والصلاة والسلام الأتمان الأعمان على محمد قامع أرباب العِنادِ وقاطع اصحاب الفساد ، وعلى اله واصحابه والتابعينَ له فِي مَسلَكِ زاد المعاد۔

اما بعد:

د الله عزوجل ډير لوی فضل او کرم دې چې جناب مفتی نديم خان درويش حفظه الله يو داسې خوندور او مهم موضوع باندې خپل قلم وچلوو، چې هغه موضوع د ووټ ده.

زهٔ عاجر دا موصوف کتاب مې مطالعه وکړو خو ډيره مهمه مسئله باندې ئې بحث کړی دی او داسی کتاب دی چې د معتمدو کتابونو حوالې او محققانه انداز کې ليکلې دي او په داسی مهمه اساس وخت کې چې نن ځوک د حق نعره نه شي پورته کولی دا خو پريږده چې حق ووايي بعضی علماء سوء د غرب نه متأثره علماء او د بلعم بن باعورا ځامن د حق پر خلاف د قرآن کريم د جهاد د آيتونو تحريف او غلطې معناګانې کوي ځکه دوي د جمهوري نظام د بادارانو نه متأثره دي

چی د اسلام په نامه75کاله د قرآن کريم او اسلامی نظام پر ضد د جمهوريت يعنی انحريزي نظام ته خدمت وکړو او الله عز وجل د داسی علماء سوء په باره کی په قرآن کريم کې فرمايی:

"فمثله كمثل الكلب إن تحمل عليه يلهث أو تتركه يلهث"

او بل ځای کې فرمائي:

"كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسفاراً"

خو لله الحمد مفتی صاحب ندیم خان درویش حفظه الله په دې مهم وخت کې د حق اظهار وکړو او د جمهوریت او کفری نظام پر ضد باندې ئې دا موصوف کتاب ولیکل او مفتی صاحب د هغه حدیث مصداق ځان وګرځوو. نبی علیه السلام فرمایي:

"لا تزال طائفةٌ من أمتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خذلهم حتى يأتي أمر الله و هم كذلك"(رواه مسلم)

او په اخیر کې د الله عز وجل نه دا سوالکوم چې د مفتی صاحب دا سعی او کوشش قبول او منظور کړي او الله دی هر قسم ظالمانو نه دې وساتي.آمین ثم آمین

کاتب هذا الحروف أخوکم فی الله

محمد خوشحال مبارز مدرسه جامعة

فیض العلوم الإسلامیة کابل افغانستان

تقریظ

جناب شیخ القرآن والحدیث شیخ عبد الغنی صاحب دامت برکاتہم العالیہ (امارت اسلامیہ افغانستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین، اما بعد:

کتاب "ووٹ کا حقیقی و تنقیدی جائزہ" مولفہ حضرت مولانا مفتی ندیم خان درویش کی کتاب دیکھ کر انتہائی دلی سرور، اور خوشی حاصل ہوئی کہ پہلی مرتبہ ووٹ پر مدلل انداز میں رد لکھ کر اس بات کو خوب واضح کیا ہے کہ ووٹ دینا شہادت ہے نہ ہی وکالت ہے اور امانت ہے۔ اور اس کا دینا کسی بھی مسلمان پر شرعاً لازم و واجب نہیں ہے. اور نہ ووٹ کا استعمال قابل ثواب ہے اور نہ ووٹ عظیم عبادت ہے جیسا کہ بعض عوام تو در کنار اہل علم حضرات بھی ووٹ کو عبادت سمجھ کر لوگوں کو ترغیب دلاتے ہیں. جو اس کتاب کے دیکھنے سے باطل اور لغو ہوجاتا ہے، خصوصا مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کے فتویٰ جو آجکل یہ جمہوریت پسند علماء اور عوام خوب زور و شور کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور انتخابات کے دنوں گلی محلوں اور مسجدوں میں پوسٹر نکال کر لگاتے ہیں، مفتی ندیم خان درویش صاحب نے اس کی انتہائی قابل احترام اور مدلل انداز میں رد فرما کر ووٹ کی شرعی حیثیت کی وضاحت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی اس سعی اور کوشش کو قبول فرمائے۔ آمین

کتبہ: شیخ القرآن والحدیث شیخ عبد الغنی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(امارت اسلامیہ افغانستان)

مقدمہ (پہلی ایڈیشن)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا و رسولنا محمد وعلی آلہ و اصحابہ واھل بیتہ اجمعین۔

دین اسلام میں مسلمانوں پر یہ بات لازمی قرار دی گئی ہے کہ اپنے اوپر ایک صالح حاکم کا انتخاب کریں، لیکن اس کے اپنے اصول و ضوابط مقرر کئے گئے ہیں، امیر اور حاکم کا انتخاب کون کرے گا؟ اور کونسا طریقہ استعمال کیا جائے گا؟ ان جیسی دوسرے تفاصیل کتب اسلام میں موجود ہیں، ہمارے اس رسالے کا مقصد ایک غلط فہمی کا ازالہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ موجودہ دور میں جمہوری طرز انتخاب میں ووٹ کی حیثیت کیا ہے؟ چونکہ دینی حلقوں میں یہ بات زور شور سے جاری ہے کہ ووٹ ایک مقدس امانت ہے، کبھی کہا جاتا ہے کہ ووٹ شہادت، وکالت، شفاعت، مشورہ اور امانت ہے، تو اس رسالہ میں قارئین کو یہ بات واضح کی جائے گی کہ ووٹ نہ تو شرعی شہادت ہے اور نہ وکالت وشفاعت وامانت۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہِ راست دکھا کر اس پر استقامت نصیب فرمائے۔ (آمین یارب العالمین)

مقدمہ(دوسری ایڈیشن)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

له الحمد والثناء الحسن كما ينبغي لجلال وجهه وعظيم سلطانه والصلاة والسلام على محمد عبده ورسوله وعلى آله واصحابه وأهل بيته أما بعد:

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس ذاتِ برتر نے مجھ جیسے ضعیف اور کم علم سے اس دور میں اپنے نظام کی دفاع اور نفاذ کی خاطر لکھنے کا توفیق عطا فرمایا الحمد للہ!۔ رسالہ "ووٹ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ" کی پہلی ایڈیشن منظر عام پر آتے ہی تقریبا ایک مہینے کے اندر اندر ہاتھوں ہاتھ نکل گئ ،اور اہل حق علماء اور طلباء نے خوب داد دی، فجزاھم اللہ خیرا، چونکہ میں نے انتہائی عجلت سے کام لیا تھا ،اس وجہ سے رسالہ انتہائی مختصر اور بلا تقاریظ چھپ کر منظر عام پر لے آیا، اب دوسری ایڈیشن میں مفید اضافہ جات بھی کی گئی اور اہل حق علماء کرام کے تائیدات و تقاریظ بھی شامل کیئے گئے، جسمیں الحمد للہ! امارت اسلامیہ افغانستان کے جید شیوخ اور پاکستان کے اہل حق علماء بطور خاص شامل ہیں، بشمول ایک تقریظ انڈیا کے ایک عالم حق کے بھی۔ چونکہ رسالہ ختم ہونے سے اب تک لوگ مسلسل مطالبہ کر رہے ہیں اسی کے پیش نظر اب دوبارا انہی تقاریظ و اضافہ جات کے ساتھ شائع ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ سے قبولیت اور نفع بخش بنانے کا التجاء کر رہا ہوں، نیز جن علماء کرام اور ساتھیوں نے میرا تعاون کیا چاہے جس طرح بھی ہو اللہ تعالیٰ ان سب کو دنیا و آخرت میں اجر جزیل عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین.

ندیم خان درویش لیلۃ الاربعاء، 13 جمادی الثانی 1445ھ، موافق 26 دسمبر 2023ء۔

کیا ووٹ شہادت ہے؟

کیاووٹ شہادت ہے ؟:

اس بات کو سمجھنا انتہائی آسان ہے کہ ووٹ شہادۃ یعنی گواہی ہے یا نہیں ؟اس لئے کہ شہادت کے متعلق مسائل کو ہمارے فقہاء کرام نے کتب فقہ میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جس کو معلوم کرنا آسان ہے، آئیے انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ سب سے پہلے شہادت کے شرعی اور اصلاحی معانی لکھے جاتی ہیں۔

شہادت کی شرعی اور اصطلاحی تعریف:

فقہ حنفی کی مشہور متن جو کہ سالہاسال سے ہمارے حنفی اداروں میں پڑھے پرھایاجاتاہے، کنزالدقائق میں ہے:

هي إخبارٌعن مشاهدةٍ وعيانٍ لا عن تخمينٍ وحسبانٍ [1]

"شہادت (گواہی) خبر دیناہے آنکھوں سے دیکھ کر نہ کہ اٹکل اور گمان سے"

اسی طرح علامہ خصکفیؒ در مختار میں رقمطراز ہیں:

(هِيَ) لُغَةً: خَبَرٌ قَاطِعٌ.

وَشَرعًا: (إخبارُ صِدْقٍ لاثْبَاتِ حَقٍ) فتح [2]

"گواہی لغت میں یقینی خبر کو کہتے ہیں اور شریعت میں حق ثابت کرنے کے لئے سچی خبر کو"

اس طرح الجوہرۃ النیرۃ شرح قدوری میں أبو بكر بن علي بن محمد الحدادي العبادي الزبِيدِي اليمني الحنفي (المتوفى:800ھ) فرماتے ہیں:

---

[1] زين الدين بن إبراهيم بن محمد، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى:970ھ) البحر الرائق شرح كنز الدقائق (دار الكتاب الإسلامي الطبعة: الثانية- بدون تاريخ) ج:07، ص:55

[2] ابن عابدين، محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي الحنفي (المتوفى:1252ھ)، رد المحتار على الدر المختار (بيروت: دار الفكر لبنان بيروت) ج:05، ص:461

وَفِي الشَّرْعِ عِبَارَةٌ عَنْ إِخْبَارٍ بِصِدْقٍ مَشْرُوطٍ فِي مَجْلِسِ الْقَضَاءِ وَلَفْظِ الشَّهَادَةِ [1]

"شریعت میں گواہی ایسی سچی خبر سے عبارت ہے جو کہ لفظ أشھد سے مجلس قاضی میں ہونا ضروری ہے"

وَفِي اصْطِلَاحِ أَهْلِ الْفِقْهِ: عِبَارَةٌ عَنْ إِخْبَارٍ صَادِقٍ فِي مَجْلِسِ الْحُكْمِ بِلَفْظِ الشَّهَادَةِ [2]

"اور فقہاء کی اصطلاح میں گواہی عبارت ہے لفظِ شہادت کے ساتھ مجلس قاضی میں سچی خبر دینے سے"

اسی طرح علامہ عبد اللہ بن محمود بن مودود الموصلي البلدحي، مجد الدين أبو الفضل الحنفي (المتوفى:683ھ) فرماتے ہیں:

وَفِي الشَّرْعِ: الْإِخْبَارُ عَنْ أَمْرٍ حَضَرَهُ الشُّهُودُ وَشَاهَدُوهُ، إِمَّا مُعَايَنَةً كَالْأَفْعَالِ نَحْوِ الْقَتْلِ وَالزِّنَا، أَوْ سَمَاعًا كَالْعُقُودِ وَالْإِقْرَارَاتِ [3]

"اور شریعت میں گواہی خبر دینا ہے ایسے کام کی جس میں گواہ حاضر ہوں اور انہوں نے اس کو دیکھا ہوں (اگر دیکھنے سے تعلق رکھتا ہو) جیسے افعال مثلاً قتل یا زنا، یا اس کو سنا ہو (اگر سننے سے اس کا تعلق ہو) جیسے عقود او اقرارات"

قَوْلٌ صَادِرٌ عَنْ عِلْمٍ حَصَلَ بِمُشَاهَدَةِ بَصَرٍ أَوْ بَصِيرَةٍ [4]

---

[1] أبو بكر بن علي بن محمد الحدادي العبادي الزبيدي اليمني الحنفي (المتوفى: 800ھ) الجوهرة النيرة (ناشر: المطبعة الخيرية) ج:02، ص:224

[2] محمد بن محمد بن محمود، أكمل الدين أبو عبد الله ابن الشيخ شمس الدين ابن الشيخ جمال الدين الرومي البابرتي (المتوفى: 786ھ) العناية شرح الهدايہ، کتاب الشهادة (الناشر: دار الفكر، بدون تاريخ) ج:07، ص:364

[3] علامہ عبد اللہ بن محمود بن مودود الموصلي البلدحي، مجد الدين أبو الفضل الحنفي (المتوفى: 683ھ) الاختيار لتعليل المختار (الناشر: مطبعة الحلبي، القاهرة (وصورتها دار الكتب العلمية، بيروت) ج:02، ص:139

[4] أبو عبد الرحمن عبد الله بن عبد الرحمن بن صالح بن حمد بن محمد بن حمد بن إبراهيم البسام التميمي (المتوفى: 1423ھ) توضِيحُ الأحكَامِ مِن بُلُوغ المَرَام (مكتبة الأسدي، مكة المكرمة، الطبعة: الخامِسَة، 1423ھ - 2003) ج:02، ص:270

"عینی مشاہدہ یا بصیرت کی بنیاد پر کسی چیز کے بر حق ہونے کی گواہی دینا"

تمام تعریفات میں قدر مشترک تین باتیں ہیں:

(1): کہ گواہی اِخبار یعنی خبر دینے کا نام ہے۔

(2): گواہی دینے کے لئے قاضی کی مجلس ضروری ہے۔

(3): گواہی لفظِ اَشھد (میں گواہی دیتا ہوں) ضروری ہے۔

اب ووٹ میں یہ تینوں باتیں مفقود ہیں، ووٹ اِخبار نہیں بلکہ اِنشاء ہے۔ ووٹ میں قاضی ہوتا ہی نہیں، اور ووٹ میں اَشھد کے ساتھ گواہی بھی نہیں، یہ تو تعریفات سے معلوم ہوا کہ ووٹ شرعی شہادت یعنی گواہی نہیں ہے، اب ہم شہادت کی شرائط ذکر کریں گے تاکہ مسئلہ مزید واضح ہو جائے۔

شہادت کی شرائط:

تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:

"(شَرْطُهَا) أَحَدٌ وَعِشْرُونَ شَرْطًا "[1]

"اور شہادت (گواہی) کے اکیس (21) شرائط ہیں"

اگر چہ در مختار اور صاحب البحر وغیرہ نے عنوان میں اکیس (21) شرائط کا ہونا لکھا ہے ، لیکن دراصل جب شمار کیا جائے تو چوبیس (24) شرائط بنتی ہیں جیسا کہ علامہ شامیؒ نے البحر الرائق کے حاشیہ منحۃ الخالق میں تصریح فرمائی ہے ، (جلد 7 صفحہ 96، کتاب الشھادات، مکتبہ امیر حمزہ کتب خانہ کانسی روڈ کوئٹہ) اس لئے کہ:

مکان کے لحاظ سے 1:

[1] تنویر الابصار مع الدر المختار (بیروت: دار الفکر لبنان بیروت) ج:05، ص:462

تحمل کے لحاظ سے:3

اداء شہادت کے لحاظ سے عام شرائط:10

اداء شہادت کے لحاظ سے خاص شرائط:7

گواہی دینے کے اعتبار سے:3

تو1+3+10+7+3(24)ہوئیں۔

یہ شرائط مختلف قسم کی ہیں بعض گواہی کے مکان کے لحاظ سے ہیں اور بعض تحمّلِ شہادت کے لحاظ سے ہیں اور بعض گواہی کے اداء کے لحاظ سے ہیں ہم باحوالہ معتبر فقہی کتابوں سے شرائط لکھتے ہیں پھر ان پر تقابلی انداز میں مختصر تبصرہ کریں گے۔

مکان کے لحاظ سے ایک شرط ہے:

(1)اور وہ قاضی کی مجلس ہے، یعنی گواہی مجلس قضاء میں قاضی کی روبرو دی جائے۔

تحمل شہادت کے لحاظ سے تین شرائط ہیں:

تحمل سے مراد یہ ہے کہ گواہ جب واقعہ اور حادثہ کو جس وقت دیکھے (جب معاملہ دیکھنے والا ہو) تو اس وقت یہ شرائط ہیں:

(1)کامل عقل ہو(2)آنکھ صحیح ہو تاکہ درست دیکھ سکے۔(3)مشہود بہ یعنی جس چیز کی گواہی دینی ہو اس کو دیکھا ہو(اگر اس کا تعلق دیکھنے سے ہو)۔

اداء شہادت کی سترہ(17)شرائط ہیں، جن میں دس(10)عام ہیں یعنی ہر قسم کے گواہی کے لئے ہے،

(1)نطق یعنی بات کرسکتا ہو۔(2)دیکھ سکتا ہو(آنکھیں درست ہوں)(3)آزاد ہو(4)عادل ہو عدالت کا مطلب یہ ہے گناہ کبیرہ نہ کرتا ہو،(5)ناجائز تہمت لگانے میں وہ سزایافتہ نہ ہو(6)جو

شخص گواہی دیتا ہو وہ اس کی فائدہ کے لئے نہ ہو یعنی اپنے آپ کے حق میں نہ ہو (7) گواہی کی وجہ سے اپنے آپ کو نقصان سے بچانے والا نہ ہو، لہٰذا فروع (اولاد) کی گواہی اصول (باپ داد) کے لئے نہ ہو اور اصول (باپ، داد) کی گواہی فروع (اولاد) کے لئے نہ ہو اور شوہر کی گواہی بیوی کے لئے جائز نہیں اور بیوی کی گواہی شوہر کے لئے جائز نہیں (8) گواہ خصم نہ ہو لہٰذا وصی کی گواہی یتیم کے لئے ناجائز ہے اور وکیل کی موکل کے لئے جائز نہیں۔ (9) گواہ بالغ ہو (10) گواہی دیتے وقت مشہود بہ پر عالم ہو۔

اور بعض خاص شرائط ہیں:

(1): گواہ مسلمان ہو گا اگر مشہود علیہ (جس کے خلاف گواہی دینا ہو) مسلمان ہو۔

(2): حدود و قصاص میں گواہ کا مرد ہونا ضروری ہے یعنی عورت گواہی نہیں دے سکتی۔

(3): گواہی سے پہلے دعویٰ کا ہونا اگر گواہی حقوق العباد سے متعلق ہو۔

(4): گواہی کا دعویٰ سے موافق ہونا جن صورتوں میں موافق ہونا شرط ہوتا ہے۔

(5): اگر گواہی شرابی کے خلاف ہو تو شراب کی بو کا ہونا باقی ہو۔

(6): حدود اور قصاص میں گواہی اصالۃً ہو (گواہ خود گواہی دے اپنی جگہ کسی دوسرے سے گواہی نہ دلوائے)۔

(7): اگر شہادت علی الشہادت ہو تو اس میں اصل گواہوں کا حاضر ہونا متعذر ہو، یعنی اگر خود آسکتے ہوں تو خود ہی حاضر ہوں گے۔

گواہی دینے کے اعتبار سے شرائط:

گواہی کے اعتبار سے تین شرائط ہیں:

(1): گواہی دینے والا لفظِ اشھد سے گواہی دے۔

(2): جس گواہی میں مرد ہونا ضروری ہیں اس میں دو گواہ ہوں۔

(3): گواہوں کا اس امر پر متفق ہونا ضروری ہے جس پر گواہی دے رہے ہوں۔

(در مختار مع الرد، بحر الرائق، بدائع الصنائع، ہر ایک کے کتاب الشہادت میں)

اب ان مذکورہ شرائط کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم باحوالہ ووٹ اور شہادت کا تقابلی جائزہ پیش کریں گے جس سے ہر عام و خاص کو روزِ روشن کی طرح معلوم ہوجائے گا کہ ووٹ اور شہادت (گواہی) کے درمیان زمین و آسمان جیسا فرق ہے۔

شہادت (گواہی) اور ووٹ کا تقابلی جائزہ؟:

نمبر شمار	شہادت (گواہی) کے اسلامی شرائط	ووٹ یعنی جمہوریت کے شرائط
1	گواہ کا مسلمان ہونا ضروری۔ (بدائع الصنائع)	ضروری نہیں ہے۔
2	گواہ کا عاقل ہونا ضروری ہے یعنی مجنون گواہی کا اہل نہیں۔ (البحر الرائق)	ضروری نہیں ہے یعنی مجنون کا اگر شناختی کارڈ موجود ہو تو دے سکتا ہے۔
3	گواہ کا بینا ہونا ضروری ہے یعنی اندھا گواہی نہیں دے سکتا۔ (البحر الرائق)	ضروری نہیں ہے یعنی اندھا بھی ووٹ دے سکتا ہے۔
4	بچہ گواہی نہیں دے سکتا۔ (البحر الرائق)	دے سکتا ہے اگر شناختی کارڈ بنا ہو۔
5	گواہ کا آزاد ہونا ضروری ہے۔ (البحر الرائق)	ضروری نہیں ہے۔
6	گواہ گونگا نہیں ہو سکتا۔ (البحر الرائق)	ووٹ گونگا بھی دے سکتا ہے۔

7	گواہ کے لئے عادل ہونا ضروری ہے۔ (البحر الرائق)	جبکہ ووٹ فاسق و فاجر بھی دے سکتا ہے۔
8	جھوٹی تہمت میں سزا یافتہ گواہ نہیں بن سکتا۔ (البحر الرائق)	لیکن ووٹ کے لئے ایسی کوئی شرط نہیں۔
9	باپ بیٹے کے لئے گواہی نہیں دے سکتا (البحر الرائق)	لیکن ووٹ دے سکتا ہے۔
10	دادا اور نانا نواسے کے لئے گواہی نہیں دے سکتے۔ (البحر الرائق)	جبکہ ووٹ دے سکتے ہیں۔
11	بیٹا باپ کے لئے گواہی نہیں دے سکتا۔ (البحر الرائق)	جبکہ بیٹا باپ کو ووٹ دے سکتا ہے۔
12	نواسہ دادا اور نانا کے لئے گواہی نہیں دے سکتی۔ (البحر الرائق)	جبکہ ووٹ دے سکتا ہے۔
13	اولاد ماں اور دادی و نانی کے لئے گواہی نہیں دے سکتا۔ (البحر الرائق)	جبکہ ووٹ دے سکتا ہے۔
14	وصی کی گواہی یتیم کے لئے قبول نہیں۔ (البحر الرائق)	جبکہ ووٹ میں یہ شرط نہیں۔
15	وکیل کی گواہی موکّل کے لئے قابل قبول نہیں۔ (نوٹ: جو لوگ ووٹ کو وکالت اور شہادت دونوں گردانتے ہیں تو اب کیا حل	جبکہ ووٹ میں یہ شرط نہیں۔

	نکالیں گے؟ووٹ اگر شہادت بھی ہے اور وکالت بھی تو وکیل کی گواہی تو موکل کے لئے قابل قبول نہیں ہے!)(البحر الرائق)	
16	حدود و قصاص میں گواہ کا مرد ہونا ضروری ہے۔(البحر الرائق)	جبکہ ووٹ میں مرد اور عورت کی کوئی قید نہیں۔
17	شوہر بیوی کے لئے گواہی نہیں دے سکتا۔(البحر الرائق)	جبکہ شوہر بیوی کو ووٹ دے سکتا ہے۔
18	اسی طرح بیوی شوہر کے لئے گواہی نہیں دے سکتی۔(البحر الرائق)	جبکہ بیوی شوہر کو ووٹ دے سکتی ہے۔
19	گواہی سے قبل دعویٰ کا ہونا ضروری ہے۔(البحر الرائق)	ووٹ میں تو حقیقی دعویٰ بالکل ہوتا ہی نہیں۔
20	گواہی کا دعویٰ کا موافق ہونا ضروری ہے۔(البحر الرائق)	جبکہ ووٹ میں ضروری نہیں ،بلکہ اکثر مخالف ہوتی ہے،اگرچہ حقیقی دعویٰ ہوتا ہی نہیں۔
21	گواہی میں گواہ لفظِ اَشھد استعمال کرے گا۔(البحر الرائق)	جبکہ ووٹ میں اس لفظ کی ضرورت ہی نہیں۔
22	گواہی میں دو عدد مرد یا ایک مرد اوردو عورتوں کا ہونا ضروری ہوگی۔(البحر الرائق)	جبکہ ووٹ میں عدد شرعی کا اعتبار بالکل نہیں ہوتا۔

23	گواہی شرعی لحاظ سے ثابت ہوجائے تو قاضی اسے رد نہیں کر سکتا۔ (بدائع الصنائع)	ووٹ جب دوسرے ممبر سے ایک بھی کم ہو تو سارے رد کئے جاتے ہیں اگرچہ ہزاروں کی تعداد میں کیوں نہ ہوں۔
24	گواہی دینے کے لئے قاضی کی مجلس ضروری ہوتا ہے۔ (بدائع الصنائع)	جب کہ ووٹ میں قاضی بالکل ہوتا ہی نہیں۔
25	گواہی اخبار ہے۔ (شرح الوقایہ)	جبکہ ووٹ انشاء ہے۔
26	شہادت کی بعض صورتوں میں گواہ کا تزکیہ کیا جائے گا۔ (بدائع الصنائع)	جبکہ ووٹ میں اعلانیہ فاسق فاجر بھی ووٹ ڈال سکتا ہے۔
27	بدعتی کی بدعت جب کفر کی حد تک پہنچ جائے (شیعہ) تو ان کا گواہی ناقابل قبول ہے۔ (بدائع الصنائع)	جب کہ ووٹ میں یہ شرط نہیں ہے۔
28	آقا اپنے غلام کے لئے گواہی نہیں دے سکتا۔ (بدائع الصنائع)	جب کہ ووٹ میں یہ شرط نہیں ہے۔
29	کاروبار میں شریک شخص اسی معاملہ میں اپنے شریک کے لئے گواہی نہیں دے سکتا۔ (شرح الوقایہ)	جبکہ ووٹ دینے میں کوئی پابندی نہیں ہے۔
30	اجیر یعنی مزدور اپنے مالک کے لیے گواہی نہیں دے سکتا۔ (شرح الوقایہ)	جبکہ ووٹ دے سکتا ہے۔

31	بعض علماء کے مطابق اجیر سے شاگرد خاص مراد ہے لہٰذا اپنے استاد کے لئے گواہی نہیں دے سکتا۔ (شرح الوقایہ)	لیکن ووٹ دے سکتا ہے۔
32	فاسق مخنث (ہیجڑا) کی گواہی جائز نہیں۔ (ہدایہ)	جبکہ ووٹ ڈال سکتا ہے۔
33	نائحہ (پیسے لے کر رقم دوسروں کی میتوں پر نوحہ اور واویلا کرنے والی عورت) کی گواہی ناقابل قبول ہے۔ (ہدایہ)	لیکن ووٹ ڈالنے کے لئے یہ شرط نہیں۔
34	فنکارہ عورت (گانا گانے والی) کی گواہی ناجائز ہے۔ (کنز الدقائق)	جبکہ ووٹ ڈالنا درست ہے۔
35	ہمیشہ شراب پینے والے کی گواہی ناجائز ہے۔ (ہدایہ)	جبکہ ووٹ ڈال سکتا ہے۔
36	گواہی میں نیابت جائز ہے (شرائط کے ساتھ)۔ (بدائع الصنائع)	جب کہ ووٹ میں نہیں کرسکتا ۔
37	سود خور کی گواہی ناقابل قبول ہے، (قاضی خان)	جبکہ ووٹ ڈال سکتا ہے۔
38	جس نے ختنہ (سنت) استخفافاً بالدین ترک کیا ہو تو اس کی گواہی قبول نہیں۔ (ہدایہ)	لیکن ووٹ ڈالنے میں یہ چیز مانع نہیں ہے۔
39	کبوتر باز یا بٹیر باز شخص کی گواہی قبول	جبکہ ان کا ووٹ قبول ہے۔

	نہیں۔(ہدایہ)	
40	جو شخص آلات موسیقی سے لہو ولعب کرتا ہو اس کی گواہی قبول نہیں۔(ہدایہ)	جبکہ ووٹ ڈال سکتا ہے۔
41	جو شخص سلف وصالحین کو گالیاں بکتا ہو اس کی گواہی قبول نہیں۔(جیسے شیعہ)(کنز الدقائق)	لیکن ووٹ دے سکتا ہے۔
42	جو شخص راستے میں بول کرتا ہو یا کھانا کھاتا ہو تو اس کی گواہی قبول نہیں۔(کنز الدقائق)	جبکہ ووٹ دے سکتا ہے۔
43	شطرنج اور اس جیسے فضول کھیل جیسے لڈو ،تاش وغیرہ میں ایسے مشغول ہو جانا کہ نماز فوت ہو جائے ایسے شخص کی بھی گواہی قبول نہیں۔(ہدایہ)	لیکن ووٹ دے سکتے ہیں۔
44	شہادت میں گواہ ظالم کا مددگار نہ ہو۔(در مختار)	ووٹ میں ضروری نہیں ہے۔
45	گواہی میں خصم کا حاضر ہونا ضروری ہے۔(شرح الوقایہ)	جبکہ ووٹ میں ضروری نہیں۔

قارئین کرام! اب آپ خود فیصلہ فرمائیں، کہ جب دو چیزوں میں پینتالیس (45) فروق موجود ہوں کیا وہ ایک جیسی ہو سکتی ہے؟؟ ہر گز نہیں۔ اب فیصلہ آپ پر کہ دلیل مانیں یا محض بغیر دلیل شخصیت پرستی پر عمل کریں!!!

ایک بے بنیاد شبہ کا اِزالہ:

بعض لوگ جب اس ناکام سعی میں بے بس ہو جاتے ہیں کہ ووٹ کو شرعی شہادت ثابت کر دیں تو پھر آخری سانس لینے کے لئے ایک اور ناکام کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شہادت دو قسم کی ہے (1) شہادت فی الحکم (2) شہادت تزکیہ۔ جیسا کہ مولانا محمد اسحٰق باجوڑی صاحب نے لکھا ہے، اور وہ لکھتے ہیں کہ تم جن شرائط کا ذکر کرتے ہو شہادت کے لئے تو وہ پہلی قسم (شہادت فی الحکم) کے لئے ضروری ہیں نہ کہ شہادت تزکیہ میں۔

اس شبہ کے جواب میں لکھنے سے پہلے ناظرین کو شہادت تزکیہ کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں، اس کے بعد اس پر رد کیا جائے گا۔

تزکیہ کی تعریف واقسام:

تزکیہ سے مراد ایک قسم کا صفائی ہوتا ہے، کہ گواہ واقعی عادل بھی ہے یا نہیں، یعنی بظاہر تو گواہ شریعت پر برابر ہو لیکن اگر قاضی چاہے کہ اس کو خوب معلوم کیا جائے تو اس کے مزید چھان بین کو تزکیہ کہلاتا ہے، تزکیہ کی دو صورتیں ہیں:

(1): تزکیہ سِر یعنی خفیہ طریقے سے۔

(2): تزکیہ علانیہ یعنی کھلے عام طریقے سے۔

تزکیہ سر کا طریقہ کار:

قاضی ایک شخص کو خط میں اس گواہ کا نام، نسب، محلہ اور مسجد لکھے گا، اور وہ شخص جا کر اس گواہ کے بارے میں اس کے دوستوں اور پڑسیوں سے پوچھے گا اگر انہوں نے اس کے بارے میں عادل ہونے کا کہا کہ تو یہ شخص قاضی کو جوابًا خط میں لکھے گا کہ گواہ عادل ہے، اور اگر اس کے دوستوں نے کہا کہ یہ گواہ فاسق ہے تو یہ شخص قاضی کو لکھے گا کہ واللہ اعلم بحالہ، (یعنی اللہ تعالیٰ اس کے حال پر خوب عالم ہے) یا کچھ نہ لکھے گا تا کہ اس پر پردہ آجائے اور اگر اس کا فسق یا عدالت ان کو معلوم نہ ہو تو وہ شخص قاضی کو لکھ دے گا کہ ھو مستور (یعنی گواہ مستور الحال ہے یعنی اس کا عادل یا فاسق ہونا معلوم نہیں ہے) پھر وہ خط قاضی کو خفیہ طریقے سے واپس کرے گا تا کہ کہی ظاہر ہو کر دھوکہ اس میں نہ کیا جائے۔[1]

تزکیہ علانیہ کا طریقہ کار:

اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ قاضی گواہ اور مُعَدِّل (جس سے قاضی گواہ کے بارے میں پوچھ رہا ہو) دونوں کو مجلسِ قضاء میں حاضر ہونے کا کہے گا اور جب دونوں حاضر ہو جائے تو قاضی گواہ کے رو برو اس شخص سے گواہ کے بارے میں پوچھے گا اور وہ جواب دے گا کہ گواہ عادل ہے یا فاسق ہے یا مجھے معلوم نہیں۔[2]

قارئین کرام!!

آپ نے تزکیہ سر اور علانیہ دونوں کو پہچانا اور دونوں کا طریقہ بھی آپ کو معلوم ہوا، جس سے روزِ روشن کی طرح معلوم ہوا کہ ووٹ نہ تو تزکیہ سر ہے اور نہ تزکیہ علانیہ، کیوں؟ اس لئے کہ:

---

1 مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر

2 مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر

(1): تزکیہ میں قاضی ضروری ہے جبکہ ووٹ میں شرعی قاضی بالکل ہوتا ہی نہیں۔

(2): گواہ کا جو شخص تعدیل یا تفسیق کرے گا وہ بھی عادل ہوگا، جبکہ ووٹ ہر فاسق وفاجر بلکہ کافر بھی دے سکتا ہے۔

(3): تزکیہ سے صرف گواہ کی اہلیت ثابت ہوتی ہے کہ گواہ گواہی دینے کا اہل ہے، جبکہ ووٹ سے تو منصب کا حصول ہوتا ہے۔

(4): تزکیہ میں گواہ کے متعلق دوسروں سے یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ گواہ عادل ہے یا فاسق، گواہ اگر خود اپنے بارے میں کہہ دے کہ میں عادل ہوں تو وہ معتبر نہیں جبکہ ووٹ خود امیدوار بھی کاسٹ کرتا ہے، یعنی اپنے لئے بھی اپنا ووٹ استعمال کرتا ہے آپ نے خود دیکھا ہوگا کہ میڈیا پر آتا ہے کہ فلاں امیدوار نے اپنا ووٹ ڈالا، تو اگر ووٹ شہادت تزکیہ ہے تو کیا گواہ خود اپنا تزکیہ کرسکتا ہے ؟اگر نہیں تو امیدوار تو اپنا ووٹ اپنے لئے استعمال کرسکتا ہے تو ووٹ کیسے شہادت تزکیہ ہوا؟!! فیا للعجب!!

(5): جب امیدوار اپنے حق میں اپنا ووٹ خود استعمال کرتا ہے تو اس صورت میں اگر اس کو شہادتِ تزکیہ تسلیم کیا جائے تو پھر ایک ہی وقت میں یہ شخص شاہد (گواہ) بھی ہوجائے گا اور مشہود لہ (یعنی جس کے لئے گواہی دی جاتی ہے) بھی، حالانکہ یہ اسلام میں کہی بھی نہیں ہے کہ ایک شخص بیک وقت گواہ بھی ہو اور جس کے لئے گواہی دی جائے وہ بھی۔

(6): ووٹ اگر شہادت تزکیہ ہے تو اگر ایک گواہ کے متعلق مثلاً دس (10) آدمی کہیں کہ عادل ہے اور دوسرے گواہ کے متعلق گیارہ گواہ فاسق ہونے کا کہیں تو کیا شرعاً وہ دس گواہ رد کیے جاسکتے ہیں ؟جواب یقیناً نفی میں ہوگا، حالانکہ ووٹ میں زیادہ تعداد کے مقابلے میں کم تعداد والا رد کیا جاتا ہے اگرچہ کم تعداد والا ہزاروں ووٹ کیوں نہ حاصل کرے۔

(7): تزکیہ میں مّعدِّل محدود افراد سے گواہ کے بارے میں معلومات حاصل کرے گا اس میں اکثریت کی کوئی حیثیت نہیں جبکہ ووٹ میں فیصلہ اکثریت پر ہوتا ہے۔

(8): ایک انتہائی دلچسپ بات یہ ہے کہ تزکیہ تو اس گواہ کا کیا جاتا ہے کہ جو ظاہراً شریعت پر پورا اُترتا ہو، اور ووٹ میں تو اکثر بلکہ تمام الاما شاء اللہ، ظاہراً ہی فاسق و فاجر، چور، کرپٹ اور پرلے درجے کے غدار ہوتے ہیں اور یہ انسان تو کیا جانوروں کو بھی پتہ ہو گا تو ان کے تزکیہ کی کیا ضرورت ہے؟!۔

تو قارئین کرام!!

اب فیصلہ آپ فرمائیں کہ کیا اب بھی کوئی ذی عقل شخص ووٹ کو شہادتِ تزکیہ قرار دے سکتا ہے؟۔

لہٰذا ووٹ نہ شہادت فی الحکم ہے اور نہ شہادت تزکیہ، اگر ایک منٹ کے لیے حقیقت سے آنکھ بند کی جائے اور کہا جائے کہ چلو ووٹ شرعی شہادت ہے یا شہادتِ تزکیہ ہے تو پھر بھی چونکہ ووٹ کی وجہ سے کفری نظام مضبوط ہو جاتا ہے اور ایک قسم کا کفری نظام عملاً تسلیم کرنا ہے تو اس وجہ سے بھی یہ شہادت ناجائز ہو گی، جیسا کہ مفتی حمید اللہ جان صاحبؒ (سابق ممبر جمعیت علماء اسلام) نے بھی اسی وجہ سے ووٹ کو ناجائز قرار دیا تھا۔ آپؒ کا ویڈیو کلپ ابھی بھی موجود ہے، اور فتویٰ درجہ ذیل ہے:

مفتی حمید اللہ جان صاحبؒ (سابق ممبر جمعیت علماء اسلام) کا فتویٰ ووٹ کے ناجائز:

"کیا جمہوری نظام کے تحت ووٹ کا استعمال جائز ہے؟

ووٹ موجودہ مغربی جمہوری نظام کی بنیاد ہے اور ووٹ چاہے امانت ہو شہادت ہو، یا وکالت ہو ہر صورت میں موجودہ مغربی جمہوری نظام کے تحت ووٹ کا استعمال کرنا دراصل مغربی جمہوری نظام

کی تائید، تصدیق اور اسے عملاً تسلیم کرنا اور تقویت دینا ہے جو کہ (تعاون علی الاثم) کے زمرے میں آتا ہے۔ مشاہدہ اور تجربہ سے ثابت ہے کہ موجودہ مغربی جمہوری نظام ہی بے دینی، بے حیائی، اور تمام فسادات کی جڑ ہے اور خصوصا اس میں اسمبلیوں کو حق تشرح (آئین سازی، قانون سازی) دینا سراسر کتاب وسنت اور اجماع امت کے خلاف ہے۔

(اتخذو اخبارهم ورهبنهم اربابا من دون الله)بان اطاعوهم فى تحريم مااحل الله تعالى وتحليل ما حرمه سبحانه وهوا التفسير المأثور عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فقد روى الثعلبى وغيره عن عدى بن حاتم قال: أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي عنقى صليب من ذهب، فقال يا عدى:" اطرح عنك هذا الوثن" وسمعته يقرأ في سورة برآة اتخذو اخبارهم ورهبنهم اربابا من دون الله فقلت له: يارسول لم يكونوا يعبدونهم ، فقال عليه الصلوة والسلام:" اليس يحر مون ما احل الله تعالىٰ فيحرمونه و يحلون ما حرم الله فيستحلون؟فقلت بلى، قال ذلك عبادتهم" (روح المعانى ج 2، ص (84)(مظهرى ج 4، ص146)ابن كثيرج 3 ص 374) اجمعت الأمة على أن الحاكم هو الله تعالى، (نبذة من مسلم الثبوت) و من نقل أن لمعتزلة فيه خلاف والحاكم عند هم العقل فهو غير صحيح بل العقل عندهم معرف لبعض الاحكام والطريق الى العلم به كما صرح به الشيخ محمد عبد الرحمن فى تسهيله والشيخ عبد العلى فى بحر العلوم شرح المسلم.

اور ووٹ کا استعمال مغربی جمہوری نظام کا عملاً تسلیم کرنا اور اس کی تمام خرابیوں میں حصہ دار بننا ہے اس لئے موجودہ مغربی جمہوری نظام کے تحت ووٹ کا استعمال شرعًاناجائز ہے۔ واللہ اعلم۔

حمید اللہ جان رئیس دار الافتاء والارشاد لاہور۔"[1]

[1] ماہنامہ سنابل کراچی، مئی 2013ء صفحہ:32

ووٹ کی شہادت ہونے پر مفتی منیب الرحمن صاحب کا تبصرہ:

"ہماری رائے میں مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر ووٹ کی یہ حیثیتیں محلِ نظر ہیں: جس قضایا عدالت میں گواہی دی جاتی ہے' اُسے اُس کے ردو قبول کا اختیار ہوتا ہے' جبکہ جائز ووٹ کو الیکشن کا عملہ یا ریٹرننگ آفیسر رد نہیں کر سکتا' اسی طرح کسی کے حق میں سفارش کی جائے' تو جس کے پاس سفارش کی جارہی ہے' شریعت کی رُو سے اُسے اُس کے ردو قبول کا اختیار ہوتا ہے' جو حدیثِ پاک سے ثابت ہے' لیکن پولنگ اسٹیشن کا پریذائڈنگ افسر یا عملہ یا ریٹرننگ افسر از روئے قانون کسی جائز ووٹ کو رد کرنے کا اختیار نہیں رکھتے' اسی طرح موکّل اپنے وکیل کو معزول کرنے کا اختیار رکھتا ہے' جب کہ ووٹ دیتے ہی مؤثر ہو جاتا ہے' اس کے بعد ووٹر نہ اپنے امیدوار کو معزول کر سکتا ہے اور نہ اپنے ووٹ کو منسوخ کر سکتا ہے۔ منتخب امیدوار کی نااہلی کو جانچنے اور نااہلی کی بنیاد پر معزول کرنے کا اختیار الیکشن کمیشن یا الیکشن ٹرائبونل یا اعلیٰ عدالتوں کے پاس ہوتا ہے' ووٹرز کے پاس نہیں ہوتا"۔[1]

[1] روزنامہ دنیا: کالم ووٹ کی شرعی حیثیت، تاریخ اشاعت: 02-07-2018

کیا ووٹ سفارش ہے؟

کیاووٹ شفاعت(یعنی سفارش) ہے؟:

دوسری حیثیت ووٹ کو سفارش کی دی گئی ہے، کہ ووٹ شفاعت ہے اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ووٹر جب ووٹ ڈالتا ہے تو گویا وہ اس امیدوار کی سفارش کرتا ہے کہ ان کو یہ منصب دیا جائے، لہٰذا اچھے لوگوں کو ووٹ دینا شفاعۃ حسنہ ہے اور بُرے لوگوں کو ووٹ دینا شفاعت سیئہ ہے، اور استدلال سورۃ النساء کے اس آیت کریمہ سے کیا ہے:

"مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِنْهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُقِيتًا "[1]

"جو شخص اچھی سفارش کرتا ہے تو اس میں اس کو بھی حصہ ملتا ہے اور بری سفارش کرتا ہے تو اس کی برائی میں اس کا بھی حصہ لگتا ہے"

یہ علماء کہتے ہیں کہ ووٹ بھی امیدوار کی سفارش ہے لہٰذ ایک نیک اور اچھے امیداوار کو ووٹ دینا گویا اس کی سفارش کرنا ہے، لہٰذا ثواب کا کام ہے اور فاسق وفاجر اور خائن کو ووٹ دینا گویا اس کی سفارش کرنا ہے تو گناہ کا کام ہے۔

شفاعتِ حسنہ کیمراد:

لہٰذا ہم اب اس حیثیت پر بات کریں گے کہ کیا ووٹ کی حیثیت سفارش کی ہے یا نہیں ؟لہٰذا ہم معلوم کرتے ہیں کہ آیت مبارکہ سے کیا مراد ہے ؟اور یہ کہ شریعت میں سفارش کسے کہتے ہیں اور ان کی شرائط کیا ہیں؟

سب سے پہلے آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ اس شفارش والی آیت سے پہلے جو آیت ہے یعنی 84 نمبر آیت اس میں ہے:

---

1 سورۃ النساء:85:04

"فَقَاتِلۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ لَا تُکَلَّفُ اِلَّا نَفۡسَکَ وَ حَرِّضِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ عَسَی اللّٰہُ اَنۡ یَّکُفَّ بَاۡسَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ اللّٰہُ اَشَدُّ بَاۡسًا وَّ اَشَدُّ تَنۡکِیۡلًا"[1]

"تو (اے محمد ﷺ تم خدا کی راہ میں لڑو تم اپنے سوا کسی کے ذمہ دار نہیں ہو اور مومنوں کو بھی ترغیب دو قریب ہے کہ خدا کافروں کی لڑائی کو بند کر دے اور خدا لڑائی کے اعتبار سے بہت سخت ہے اور سزا کے لحاظ سے بھی سخت ہے"

یعنی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو حکم فرما رہے ہیں کہ میری راہ میں جہاد کرو اور مؤمنین کو جہاد پر اُبھارو۔۔۔اور اس کے متصل دوسری آیت میں شفاعت کا تذکرہ کیا، تو سوال یہ ہے کہ جہاد اور سفارش کے مابین مناسبت کیا ہے؟

جواب یہ ہے کہ اس آیت میں شفاعتِ حسنہ سے مراد رسول اللہ ﷺ کی صف میں شامل ہو کر کفار کے خلاف جہاد کرنا ہے اور شفاعتِ سیئہ سے مراد رسول اللہ ﷺ کے صف سے علیحدہ ہو کر کفار کے ساتھ ملکر مسلمانوں کے خلاف لڑنا ہے، اور اسی معنیٰ کو امام ابن جریرؒ نے ترجیح بھی دی ہے۔ ملاحظہ ہو:

"قال أبو جعفر: يعني بقوله جل ثناؤه: "من يشفع شفاعة حسنة يكن له نصيب منها"، من يَصِرْ، يا محمد، شفعًا لوتر أصحابك، فيشفعهم في جهاد عدوهم وقتالهم في سبيل الله، وهو "الشفاعة الحسنة" = "يكن له نصيب منها"، يقول: يكن له من شفاعته تلك نصيب وهو الحظ من ثواب الله وجزيل كرامته = "ومن يشفع شفاعة سيئة، يقول: ومن يشفع وتر أهل الكفر بالله على المؤمنين به، فيقاتلهم معهم، وذلك هو "الشفاعة السيئة"[1]

---

[1] ایضاً:84

امام نسفیؒ رقمطراز ہیں:

"هي الشفاعة في دفع شر أو جلب نفع مع جوازها شرعاً {يَكُنْ لَّهُ نَصِيبٌ مِّنْهَا} من ثواب الشفاعة {وَمَن يَشْفَعْ شفاعة سَيِّئَةً} هي خلاف الشفاعة الحسنة قال ابن عباس رضی الله عنهما مالها مفسر غیری معناه من أمر بالتوحيد وقاتل أهل الكفر وضده السيئة"[2]

ترجمہ: اس سے مراد وہ شفاعت ہے جس سے شر دفع ہو یا فائدہ حاصل ہو لیکن جو شرعًا جائز بھی ہو ،۔۔۔اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا میرے بغیر کوئی تفسیر کرنے والا نہیں ہے، لہٰذا جو شخص توحید کا امر کرے اور کفار سے لڑے (یہ شفاعت حسنہ) ہے اور اس کی ضد شفاعتِ سیئہ ہے۔

اس سے اوران جیسی دیگر تفاسیر کی طرف رجوع کرنے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ آیت کا اصلی معنی یہی ہے جو ہم نے ذکر کیا، البتہ آیت کے عموم سے عام سفارش بھی مراد لی جاسکتی ہے، جیسا کہ امام رازیؒ نے اور بھی چار اقوال ذکر کئے ہیں، مطلب یہ ہے کہ آیت کا اصلی مصداق وہ ہے جو ہم نے ذکر کیا، لہٰذا آیت سے صرف یہ لوگوں والا سفارش مراد نہیں بلکہ وہ اس کا ایک محتمل معنی ہے عموم کے لحاظ سے۔

شفاعت کا معنی:

اب آتے ہیں شفاعت کے معنی کی طرف، تفسیر منار میں ہے:

---

1 محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري(المتوفى: 310هـ)جامع البيان في تأويل القرآن، تفسیر طبری (الناشر: مؤسسة الرسالة)ج:08، ص:577

2 أبو البركات عبد الله بن أحمد بن محمود حافظ الدين النسفي (المتوفى: 710هـ) تفسیر نسفی، مدارك التنزيل وحقائق التأويل (بیروت: دار الکلم الطیب، لبنان بیروت، بدون تاریخ) ج:01، ص:380

"الشَّفَاعَةُ مِنَ الشَّفْعِ وَهُوَ مُقَابِلُ الْوَتْرِ أَيِ الْفَرْدِ, قَالَ الرَّاغِبُ: الشَّفْعُ ضَمُّ الشَّيْءِ إِلَى مِثْلِهِ, وَالشَّفَاعَةُ الِانْضِمَامُ إِلَى آخَرَ, نَاصِرًا لَهُ وَسَائِلًا عَنْهُ"[1]

ترجمہ: شفاعت شفع (یعنی جفت) سے ہے اور یہ طاق کے مقابل ہے، امام راغبؒ فرماتے ہیں: شفع ایک چیز کو اپنے مثل سے ملانے کو کہتے ہیں اور شفاعت دوسرے شخص سے مل جانے کو کہتے ہیں ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لئے اور اس کے بارے میں پوچھنے کے لئے۔

اسی طرح امام قرطبیؒ رقمطراز ہیں:

"أَصْلُ الشَّفَاعَةِ وَالشُّفْعَةِ وَنَحْوِهَا مِنَ الشَّفْعِ وَهُوَ الزَّوْجُ فِي الْعَدَدِ, وَمِنْهُ الشَّفِيعُ, لِأَنَّهُ يَصِيرُ مَعَ صَاحِبِ الْحَاجَةِ شَفْعًا. وَمِنْهُ نَاقَةٌ شَفُوعٌ إِذَا جَمَعَتْ بَيْنَ مِحْلَبَيْنِ فِي حَلْبَةٍ وَاحِدَةٍ. ------ وَالشَّفْعُ ضَمُّ وَاحِدٍ إِلَى وَاحِدٍ. وَالشُّفْعَةُ ضَمُّ مِلْكِ الشَّرِيكِ إِلَى مِلْكِكَ, فَالشَّفَاعَةُ إِذًا ضَمُّ غَيْرِكَ إِلَى جَاهِكَ وَوَسِيلَتِكَ, فَهِيَ عَلَى التَّحْقِيقِ إِظْهَارٌ لِمَنْزِلَةِ الشَّفِيعِ عِنْدَ الْمُشَفِّعِ وَإِيصَالِ الْمَنْفَعَةِ إِلَى الْمَشْفُوعِ لَهُ"[2]

ترجمہ: شفع اور شفاعت یا اسی طرح اور شفع سے ہے اور شفع عدد میں جفت کو کہتے ہیں اور اسی سے شفیع بھی ہے اس لئے کہ وہ حاجت مند شخص کے ساتھ ہو کر جفت ہو جاتا ہے اور اسی سے ناقہ شفوع ہے جب وہ ایک بار دھونے میں دو برتن بھر دے۔۔۔۔۔ اور شفع ایک کا دوسرے کے ساتھ ملانے کو کہتے ہیں اور شفعہ اپنے شریک کے ملکیت کو اپنے ملکیت کے ساتھ ملانے کو کہتے ہیں، پس شفاعت کسی غیر شخص کا تمہارے وجاہت اور ذریعہ کے ساتھ ملانے کو کہتے ہیں، پس تحقیق کے مطابق

1 محمد رشید بن علي رضا بن محمد شمس الدين بن محمد بهاء الدين بن منلا علي خليفة القلموني الحسيني (المتوفى: 1354ھ)، تفسير القرآن الحكيم، تفسير المنار (مصر: الهيئة المصرية العامة للكتاب) ج:05، ص:249

2 أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح الأنصاري الخزرجي شمس الدين القرطبي (المتوفى: 671ھ) الجامع لأحكام القرآن = تفسير القرطبي (قاهره: دار الكتب المصرية – القاهرة) ج:05، ص:295

شفاعت سفارش کرنے والے کے مقام و مرتبہ کے اظہار کو کہتے ہیں جو کہ مشفَّع (جس کو سفارش کیا جاتا ہے) کے ہاں ظاہر ہوجاتا ہے،اور مشفوع لہ (یعنی جس کے لئے سفارش کیا جاتا ہے) کو نفع پہنچانے کے لئے۔

اس طرح علامہ طنطاویؒ لکھتے ہیں:

"هي التوسط بالقول في وصول إنسان إلى منفعة دنيوية أو أخروية، أو إلى إنقاذه من مضرة. وهي مأخوذة من الشفع وهو الزوج في العدد ضد الوتر. فكأن المشفوع له كان وترا فجعله الشفيع شفعا"[1]

ترجمہ: سفارش قول کے زریعہ سے واسطہ بن کر کسی انسان کو دنیاوی یا اُخروی فائدہ تک پہنچانے یا اس کو ضرر اور نقصان سے بچانے کو کہتے ہیں اور یہ شفع سے ماخوذ ہے جو کہ عدد میں جفت کو کہتے ہیں جو طاق اور فرد کا ضد ہے گویا کہ مشفوع لہ (جس کا سفارش کیا جاتا ہے) طاق تھا اور شفیع نے جفت کردیا۔

اسی طرح امام آلوسیؒ رقمطراز ہیں:

"والشفاعة هي التوسط بالقول في وصول الشخص ولو كان أعلى قدرا من الشفيع إلى منفعة من المنافع الدنيوية أو الأخروية، أو خلاصه عن مضرة ما كذلك من الشفع ضد الوتر كأن المشفوع له كان وترا فجعله الشفيع شفعا، ۔۔۔الخ"[2]

1 محمد سید طنطاوي،التفسير الوسيط للقرآن الكريم (قاہرہ: دار نهضة مصر للطباعة والنشر والتوزيع، الفجالة – القاهرة) ج:02،ص:242

2 شهاب الدين محمود بن عبد الله الحسيني الالوسي (المتوفى:1270ھ)،روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني(دار الكتب العلمية– بيروت)ج:03،ص:94

ترجمہ:سفارش قول کے زریعہ سے واسطہ بن کر کسی انسان کو-اگر چہ یہ شخص شفیع سے مقام و مرتبہ میں بڑا ہو-دنیاوی منافع میں ایک منفعت یا اُخروی فائدہ تک پہنچانے یا اس کو ضرر اور نقصان سے بچانے کو کہتے ہیں اور یہ شفع سے ماخوذ ہے جو کہ عدد میں جفت کو کہتے ہیں جو طاق اور فرد کا ضد ہے گویا کہ مشفوع لہ (جس کا سفارش کیا جاتا ہے) طاق تھا اور شفیع نے جفت کر دیا۔۔۔الخ

ان تعریفات کا خلاصہ یہ ہے کی سفارش (شفاعت) اس کو کہتے ہیں ایک شخص ذاتی وجاہت اور مرتبہ کو قول کے زریعے استعمال کریں اور دوسرے شخص کو دنیاوی یا اُخروی فائدہ پہنچائے اور یا اس کو نقصان سے بچائے،اور یہ جو دوسرے شخص کو فائدہ پہنچاتا ہے یا نقصان سے اس کو بچاتا ہے یہ کسی تیسرے شخص سے ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ شفاعت یعنی سفارش میں بنیادی طور پر تین افراد ہوتے ہیں:

(1):شَفِیۡع یعنی شفارش کرنے ولا۔

(2):مَشۡفُوۡعُ لَہٗ یعنی جس کے لئے سفارش کیا جاتا ہے۔

(3):مَشۡفُوۡعُ اِلَیۡہِ یعنی جس کو سفارش کیا جاتا ہے۔

شفاعت (سفارش) کے معنی اور تفسیر کے بعد اب بنیادی بات کی طرف آتے ہیں کہ کیا ووٹ سفارش ہے؟ تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ووٹ بالکل سفارش نہیں،وہ اس لئے کہ:

(1):ووٹ ایک مغربی دین جمہوریت کی پیداوار ہے اور شفاعت اسلام کا اصطلاح ہے۔

(2):سفارش میں مشفوع الیہ (یعنی جس کو سفارش کیا جاتا ہے) کو سفارش رد کرنا اور قبول کرنا دونوں کی اختیار ہوتا ہے اگر چاہے تو قبول کرے ورنہ رد کرے،اس پر قبول کرنا لازمی نہیں ہوتا،جبکہ ووٹ تو کوئی رد نہیں کر سکتا۔

(3):سفارش میں اکثر و بیشتر سفارش کرنے والا مقام و مرتبہ میں مشفوع لہ (یعنی جس کا سفارش کیا جاتا ہو) سے اعلیٰ ہوتا ہے، جبکہ ووٹ میں ووٹر امیدوار سے کمتر درجہ و مرتبہ کا ہوتا ہے۔

(4):ووٹ سفارش اس لئے بھی نہیں کہ ووٹ میں فیصلہ کا معیار اکثریت ہوتا ہے جبکہ سفارش میں یہ نہیں ہوتا۔ یعنی جن کا ووٹ زیادہ ہو وہ منصب کا حقدار ہوگا۔

(5):ووٹ میں حکومت کی طرف سے ہر فرد کو ووٹ ڈالنے کا اختیار دیا جاتا ہے اور یہ اختیار دینا جمہوریت کا اہم حصہ ہوتا ہے، جبکہ اسلام میں تو یہ کہی نہیں ہے کہ ہر فرد کو سفارش کا اختیارر دیا جائے اور پھر جس کا سفارش والے زیادہ ہو ان کو منصب سپرد کیا جائے۔

اس کے علاوہ اگر ایک منٹ کے لئے حقیقت سے آنکھ بند کر کے علی سبیل الفرض تسلیم بھی کیا جائے کہ ووٹ سفارش ہے تو بھی تین (3) وجوہ سے ناجائز ہے:

(1):سفارش کے لئے شرط یہ ہے کہ جائز امور میں ہو، جیسا کہ امام رازیؒ فرماتے ہیں:

"وَبَيَّنَ أَنَّ الشَّفَاعَةَ إِنَّمَا تَحْسُنُ إِذَا كَانَتْ وَسِيلَةً إِلَى إِقَامَةِ طَاعَةِ الله. فَأَمَّا إِذَا كَانَتْ وَسِيلَةً إِلَى مَعْصِيَتِهِ كَانَتْ مُحَرَّمَةً مُنْكَرَةً"[1]

"اور اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ سفارش تب اچھا ہوگا جب اللہ تعالیٰ کے طاعت کے قیام کا زریعہ ہو ،اور جب اللہ تعالیٰ کے نافرمانی کے قیام کا زریعہ ہو تو پھر حرام اور منکر ہوگا"

اور ووٹ ہر حال میں بُرا اور ناجائز کام ہے وہ اس لئے کہ ووٹ اچھے انسان کو دیا جائے یا بُرے کو تو وہ کفری نظام کے قوت اور مضبوطی کا زریعہ بنتی ہے اس لئے ناجائز ہے تو یہ سفارش بھی

[1] أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي الملقب بفخر الدين الرازي خطيب الري (المتوفى: 606ھ) مفاتيح الغيب = التفسير الكبير، (دار إحياء التراث العربي - بيروت) ج:10، ص:159

ناجائز امر میں ہو گا جس کی شریعت میں اجازت نہیں جیسا کہ آیت قرآنی اور امام رازیؒ کے تصریح سے معلوم ہوا۔

(2): دوسرا یہ کہ سفارش تو اس لئے کیا جاتا ہے جیسا کی اس کی تعریف سے بھی معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کو دنیاوی یا اُخروی فائدہ حاصل ہو اور نقصان سے بچ جائے، اور ادھر ووٹ اگر سفارش ہو تو اس کی سفارش کی وجہ سے تو وہ امیدوار شرک فی الحکم میں مبتلا ہوا جو کہ دنیوی اور اُخروی دونوں قسم کا نقصان ہے۔

(3): اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ایک دوسرے کے ساتھ نیکی میں تعاون کرنے کا حکم دیا ہے اور بُرائی میں تعاون سے منع فرمایا ہے، تو اس ووٹ کے زریعے سے اس کو کفری نظام کا حصہ بنانا تعاون علی الاثم ہے جو کہ ناجائز ہے، لہٰذا یہ سفارش بھی ناجائز ہو گا۔

خلاصہ کلام یہ کہ: ان مذکورہ بالا وضاحت سے روز روشن کی طرح یہ بات عیاں ہوا کہ ووٹ کی حیثیت ہرگز سفارش نہیں ہے، اور اگر بالفرض ہو بھی جائے تو پھر بھی ناجائز ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم۔

کیا ووٹ وکالت ہے؟

کیا ووٹ وکالت ہے؟:

بعض علماء کرام ووٹ کو ایک حیثیت وکالت کی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ووٹر گویا کہ مؤکل ہے اور امیدوار گویا کہ وکیل ہے، لہٰذا مؤکل یعنی ووٹر کو چاہئے کہ اچھے وکیل یعنی امیدوار کا انتخاب کرلے تاکہ اس کی گناہ اس ووٹر کی سر نہ پڑ جائے اس لئے کہ ووٹر مؤکل ہے اور وکالت میں ساری ذمہ داری مؤکل پر ہوتا ہے۔

ہم اس پر تبصرہ کرنے سے پہلے وکالت کی تعریف ذکر کرتے ہیں، پھر اس قول پر تبصرہ کریں گے، ان شاء اللہ۔

وکالت کی تعریف:

علامہ عبد الرحمن بن محمد بن سلیمان شیخی زادہؒ (المتوفی:1078ھ) فرماتے ہیں:

"وَهِيَ لُغَةً بِفَتْحِ الْوَاوِ وَكَسْرِهَا اسْمٌ لِلتَّوْكِيلِ مِنْ وَكَّلَهُ بِكَذَا إذَا فَوَّضَ إلَيْهِ الْأَمْرَ فَيَكُونُ الْوَكِيلُ بِمَعْنَى الْمَفْعُولِ؛ لِأَنَّهُ مَوْكُولٌ إلَيْهِ الْأَمْرُ وَقِيلَ هِيَ الْحِفْظُ وَمِنْهُ الْوَكِيلُ فِي أَسْمَاءِ اللَّهِ تَعَالَى فَيَكُونُ بِمَعْنَى فَاعِلٍ۔۔۔(هِيَ) أَيْ الْوَكَالَةُ (إقَامَةُ الْغَيْرِ مَقَامُ نَفْسِهِ فِي التَّصَرُّفِ"[1]

"اور وکالت واو کی زِیر اور زَبَر کے ساتھ (یعنی وِکالت اور وَکالت) وکیل بنانے کا نام ہے، اس سے ہے کہ فلاں نے فلاں کو وکیل بنایا یعنی اس کو وہ کام سُپرد کیا، لہٰذا وکیل بمعنی مفعول ہے اس لئے کہ وکیل وہ شخص ہوتا ہے کہ اس کو کام حوالہ کیا گیا ہو، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وکیل بمعنی حفاظت، اور اسی سے ہے اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے وکیل (یعنی حفاظت کرنے والا) پس پھر بمعنی فاعل کے ہوں گے"

---

1 مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر، کتاب الوکالۃ

اور شریعت میں وکالت کسی اور کو اپنا قائمقام بنانا تصرف کرنے میں۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ وکالت لغوی لحاظ سے دو معنوں میں مستعمل ہے:

(1):وکیل بمعنی حافظ (حفاظت کرنے والا)،اور قرآن مجید میں بھی وکیل بمعنی حافظ استعمال ہوا ہے ،جیسے: {وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ} [آل عمران:173]أَيِ الْحَافِظُ اسی طرح دوسری جگہ ہے: {لا إِلَهَ إِلا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلا} [المزمل:9]قَالَ الْفَرَّاءُ أَيْ حَفِيظًا۔

(2):وکیل بمعنی تفویض (سُپرد کرنا)اور بمعنی اعتماد۔اوراس معنی میں بھی قرآن مجید میں وارد ہوا ہے جیسے : {وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ} [إبراهيم: 12] ،وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى عَزَّ وَجَلَّ خَبَرًا عَنْ سَيِّدِنَا هُودٍ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : {إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ} [هود: 56] أَيْ اعْتَمَدْتُ عَلَى اللَّهِ وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْهِ[1]

اور شریعت میں وکالت اس کو کہتے ہیں کہ ایک شخص دوسرے شخص کو اپنا نائب اور قائم مقام بنائے کسی جائز کام کے کرنے میں۔اور موکل (یعنی وہ شخص جو دوسرے کو وکیل بنا رہا ہے) خود اس کام کا اختیار رکھتا ہو اور اس کے کرنے پر قادر بھی ہو جیسا کہ شرائط سے معلوم ہو گا۔

اب ہم کہتے ہیں کہ ووٹ وکالت نہیں ہے اس لئے کہ:

(1):وکالت میں ایجاب و قبول ہوتا ہے بلکہ ایجاب و قبول وکالت کا رکن ہے،اور ووٹ میں ایجاب و قبول نہیں ہوتا،جیسا کہ امام کاسانیؒ فرماتے ہیں:

"وَأَمَّا بَيَانُ رُكْنِ التَّوْكِيلِ:

فَهُوَ الْإِيجَابُ وَالْقَبُولُ فَالْإِيجَابُ مِنْ الْمُوَكِّلِ أَنْ يَقُولَ: وَكَّلْتُكَ بِكَذَا " أَوْ " افْعَلْ كَذَا " أَوْ " أَذِنْتُ لَكَ أَنْ تَفْعَلَ كَذَا " وَنَحْوُهُ.

---

1 بدائع الصنائع، کتاب الوکالۃ

وَالْقَبُولُ مِنَ الْوَكِيلِ أَنْ يَقُولَ: " قَبِلْتُ " وَمَا يَجْرِي مَجْرَاهُ، فَمَا لَمْ يُوجَدْ الْإِيجَابُ وَالْقَبُولُ لَا يَتِمُّ الْعَقْدُ"۔

"اور وکالت کا رکن ایجاب و قبول ہیں پس موکل کی طرف سے ایجاب یہ ہے کہ: میں نے تجھ کو فلاں کام کا وکیل بنایا، یا فلان کام کرو، یا میں نے تجھے فلاں کام کرنے کی اجازت دی۔ وغیرہ۔

اور وکیل کی طرف سے قبول یہ ہے کہ: میں نے قبول کیا، یا اس جیسے دوسرے الفاظ سے ، پس جب ایجاب و قبول نہ ہو تو عقد بھی تمام نہ ہو گا"

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر ایجاب و قبول نہ ہو تو وہ وکالت سِرے سے صحیح ہی نہیں اور نہ یہ عقد منعقد ہوتا ہے۔ اور ووٹ میں ایجاب و قبول نہیں ہوتا لہٰذا ووٹ وکالت بھی نہیں ہے۔

(2): دوسری وجہ یہ ہے کہ وکالت میں شرط یہ ہے کہ جو کام موکل وکیل کے سُپرد کر رہا ہو اس پر خود موکل بھی قادر ہو، اور ووٹ میں ایسا نہیں ہوتا جو شخص ووٹ دیتا ہے وہ شخص ان کے بقول موکل ہے کہ وہ اس منصب کو حاصل کرے، اس لئے کہ اکثر ووٹران پڑھ ہوتے ہیں تو وہ کیسے اس منصب کو حاصل کر سکتے ہیں؟ اور ووٹ دے کر وہ دوسرے کو منصب تک پہنچاتا ہے، لیکن خود وہ یعنی ووٹر اس پر قادر نہیں ہے، لہٰذا ووٹ وکالت بھی نہیں اور ووٹر موکل بھی نہیں۔ اس شرط کا ذکر کرتے ہوئے تعریف میں یہ قید زائد کر کے امام نسفیؒ کنز الدقائق میں فرماتے ہیں:

"وهو إقامة الغير مقام نفسه فى التّصرّف ممّن يملكه"(كتاب الوكالة)

"اور وکالت کام کرنے میں کسی کو اپنے قائمقام بنانے کو کہتے ہیں اس کام میں جس کا وہ خود اختیار اور ملکیت رکھتا ہو"

(3): ووٹ وکالت اس لئے نہیں کہ وکالت میں اصل ثمرہ اور فائدہ مؤکل کو ملتا ہے (کما فی کتب الفقہ) جب کہ ووٹ میں فائدہ اور ثمرہ امیدوار کو ہوتا ہے جو ان کے بقول وکیل ہے نہ کہ مؤکل، فانعکس الامر وانقلب۔

(4): وکالت مؤکل کی موت سے باطل ہوجاتی ہے، بخلاف ووٹ کے، کہ ووٹ جب ایک بار دی جائے تو اس کے بعد اگر ووٹر مر بھی جائے تو اس کے ووٹ سے منتخب شدہ شخص اپنے عہدے سے معزول نہیں کیا جاتا اور نہ یہ معاملہ باطل ہوتا ہے، تو ووٹ کیسے وکالت ہوسکتی ہے؟ جیسا کہ علامہ اِبراھیم بن محمد بن اِبراھیم الحَلَبِي الحنفيؒ (المتوفی:956ھ-) لکھتے ہیں:

"وَتبطل الْوكَالَة بِمَوْت الْمُوكل"[1]

(5): ووٹ وکالت اس لئے بھی نہیں کہ وکالت میں مؤکل وکیل کو معزول کرسکتا ہے، جب کہ ووٹ میں ووٹر امیدوار کو معزول کرنے پر قادر نہیں ہوتا، اس کے بارے میں بھی علامہ صاحب لکھتے ہیں:

"للْمُوكل عزل وَكيله"[2]

"اور وکالت مؤکل کے موت سے باطل ہوجاتی ہے"

(6): اسی طرح اگر مؤکل مجنون ہوجائے جنون مطبق کے ساتھ (یعنی ایک مہینہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور ایک سال امام محمدؒ کے نزدیک مجنون رہے) تو وکالت باطل ہوجاتی ہے، لیکن ووٹ میں ایسا نہیں ہے۔[3]

(7): اسی طرح امام صاحبؒ کے نزدیک اگر مؤکل مرتد ہوجائے (والعیاذ باللہ) اور دار الحرب جائے تو وکالت باطل ہوجاتی ہے جبکہ ووٹ میں ایسا نہیں ہے۔[1]

---

1 ملتقی الابحر، باب عزل الوکیل

2 ایضاً

3 ایضاً

(8):ووٹ ان علماء کے نزدیک شہادت بھی ہے اور وکالت بھی، حالانکہ بیک وقت یہ درست ہی نہیں،اس لئے کہ شہادت اخبار ہے جیسا کہ پچھلے صفحات میں ذکر ہوا،اور وکالت انشاء ہے،دوسرا یہ کہ اگر ووٹ شہادت بھی ہے اور وکالت بھی تو کتب فقہ میں ہے کہ وکیل کی گواہی مؤکل کے لئے درست نہیں جیسا کہ شہادت کی بحث میں گزر گیا، تو اب کیا بنے گا؟۔

(9):وکالت مؤکل کی ذات تک محدود ہوتی ہے کیونکہ دوسروں پر تصرف بغیر ولایت شرعیہ کے حاصل نہیں ہوسکتا اور یہاں امیدوار دوسروں پر بھی تصرف کرتا ہے،اور اس کے ووٹر بھی دوسروں پر اپنا ووٹ مسلط کرتے ہیں۔ [2]

ان مذکورہ بالا تفصیل سے خوب معلوم ہوا کہ ووٹ کا وکالت سے کوئی لینا دینا نہیں۔ اور دونوں میں بنیادی فروق موجود ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ عطا فرمائے،آمین ثم آمین۔

---

[1] ایضاً

[2] ازالۃ التراب بتصرف

کیاووٹ مشورہ ہے؟

کیاووٹ مشورہ ہے ؟:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ووٹ مشورہ ہے اور مشورہ ہر کسی سے لیا جاسکتا ہے، مرد ہو یا عورت ،لہٰذا ووٹ بھی ہر ایک دے سکتا ہے۔ لیکن یہ بات بھی درست نہیں ہے، ذیل میں ہم بعض اہم فروق ذکر کرتے ہیں جس سے روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا کہ ووٹ کا مشورہ سے کوئی لینا دینا نہیں ،تفصیل ملاحظہ ہوں۔

ووٹ اور مشورہ کے درمیان فرق:

(1): لفظ شوریٰ ایک عربی اور قرآنی لفظ ہے۔

وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ[1]

"ان کے معاملات آپس کے مشورہ سے طے پاتے ہیں"

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ[2]

"اور ہر کام میں ان لوگوں سے مشورہ لو"

جبکہ جمہوریت ایک غیر عربی اور مغرب کی پیداوار ہے۔ جس کا ادلہ اربعہ (قرآن/سنت/اجماع/قیاس) میں کہیں بھی وجود نہیں۔

(2): مشورہ میں عوام کی اکثریت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اور ان کے بعد خلیفۂ وقت کے تابع ہوتے ہیں:

"يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا"[1]

---

[1] الشوری:38

[2] آل عمران:159

"اے ایمان والو اللہ کی فرمانبرداری کرو اور رسول کی فرمانبرداری کرو اور ان لوگوں کی جو تم میں سے حاکم ہوں پھر اگر آپس میں کوئی چیز میں جھگڑا کرو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیرو اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہو یہی بات اچھی ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت بہتر ہے"[2]

یعنی مطلق العنان نہیں ہوتا۔ (مطلق عنان کا مطلب یہ ہے کہ بادشاہ وقت کسی قانون اور مشورہ کا پابند نہ ہو بلکہ پوچھنے والا کوئی نہ ہو اس کی زبان اس کا قانون ہو جو کہے اسے قانون بنادے اور ایسی حکومتیں فرعون اور نمرود کی تھیں کہ وہ خدائی دعوی تک کے علمبردار ہوئے، یہی طرۂ عوام کی اکثریت کا بھی ہے جو دین جمہوریت کے لذیذ کھانوں میں سے ایک ڈش ہے) جبکہ جمہوریت میں عوام کی اکثریت اتنی بااختیار ہوتی ہیں گویا ایک مستقل رب اور الہ ہوتی ہے جو تحلیل و تحریم کا اختیار رکھتے ہیں۔

(3): مشورہ جائز اور مباح امور اور فرائض کی تطبیق کے بارے میں کیا جاتا ہے تاہم جن امور میں نصوص وارد ہوں ان میں مشورہ جائز نہیں جیسا کہ علامہ محمود آلوسیؒ فرماتے ہیں:

"أخرجه الخطيب عن علي كرم الله تعالى وجهه قال: قلت يا رسول الله الأمر ينزل بنا بعدك لم ينزل فيه قرآن ولم يسمع منك فيه شيء قال: اجمعوا له العابدين من أمتي واجعلوه بينكم شورى ولا تقضوه برأي واحد"[3]

"خطیب بغدادیؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کے بعد اگر ہمیں ایسا معاملہ پیش آجائے جس میں قرآن یا

---

1 سورۃ النساء:59

2 ترجمہ از احمد علی لاہوریؒ

3 علامہ آلوسیؒ، روح المعانی، سورۃ الشوریٰ، تحت آیت:۳۸ (مکتبہ رشیدیہ) ج25، ص45

آپ ﷺ سے کوئی حکم ہمیں نہیں ملا تو ہم کیسے عمل کریں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کے لیے میری امت کے عبادت گزاروں کو جمع کر لو اور آپس میں مشورہ کر کے طے کر لو کسی کی تنہاء رائے پر فیصلہ نہ کرو"

امام بخاریؒ نے فرماتے ہیں:

"وَكَانَتِ الأَئِمَّةُ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَشِيرُونَ الأُمَنَاءَ مِنْ أَهْلِ العِلْمِ فِي الأُمُورِ المُبَاحَةِ لِيَأْخُذُوا بِأَسْهَلِهَا فَإِذَا وَضَحَ الكِتَابُ أَوِ السُّنَّةُ لَمْ يَتَعَدَّوْهُ إِلَى غَيْرِهِ، اقْتِدَاءً بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"[1]

"آنحضور ﷺ کے بعد ائمہ کرام مباح معاملات میں امانت دار علما سے مشورہ کرتے تھے تاکہ ان میں جو عمل آسان ہو اسے اختیار کریں لیکن جب قرآن و سنت میں کوئی حکم واضح ہوتا تو اس سے تجاوز نہیں کرتے تھے رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے"

اسی طرح فرماتے ہیں:

"وَكَانَ القُرَّاءُ أَصْحَابَ مَشُورَةِ عُمَرَ كُهُولًا كَانُوا أَوْ شُبَّانًا، وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ"[2]

"اور حضرت عمر کے مشورہ کار قرآن مجید کے عالم حضرات ہوتے خواہ بوڑھے ہوں یا جوان اور حضرت عمر کتاب اللہ کے کسی حکم کو سن کر فوراً رک جانے والے تھے (اس کے بعد کسی کا حکم اور مشورہ نہ سنتے تھے)"

اسی طرح علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

---

1 صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب قول اللہ تعالیٰ وامرھم شوریٰ بینھم (رحمانیہ) ج:۲، ص:۶۴۶

2 صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب قول اللہ تعالیٰ وامرھم شوریٰ بینھم (رحمانیہ) ج:۲، ص:۶۴۶

"إِذَا لَمْ يَكُنْ فِيهَا نَصٌّ بِحُكْمٍ مُعَيَّنٍ وَكَانَتْ عَلَى أَصْلِ الْإِبَاحَةِ فَمُرَادُهُ مَا احْتَمَلَ الْفِعْلَ وَالتَّرْكَ احْتِمَالًا وَاحِدًا وَأَمَّا مَا عُرِفَ وَجْهُ الْحُكْمِ فِيهِ فَلَا"[1]

"جب کسی معاملہ میں قرآن و سنت کا معین حکم نہ ہو اور وہ باعتبار اصل مباح ہو سو وہ چیز کرنے اور نہ کرنے کا ایک جیسا احتمال رکھتا ہو اور اگر وجہ حکم (قرآن و سنت) پہچانی جائے تو اس میں مشورہ نہیں"

جبکہ جمہوریت میں تو کوئی قید نہیں اس میں تو شتر بے مہار کی طرح سود، زنا، شراب، پردہ وغیرہ قطعی حلال کو حرام اور حرام کو حلال کہتے ہیں۔

(4): مشورہ اہل الحل و لعقد اہل علم دانش مند اور باتجربہ لوگوں سے کیا جائے گا ہر کسی سے مشورہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:

"شَاوِرْ مَنْ جَرَّبَ الْأُمُورَ، فَإِنَّهُ يُعْطِيكَ مِنْ رَأْيِهِ مَا وَقَعَ عَلَيْهِ غَالِيًا وَأَنْتَ تَأْخُذُهُ مَجَّانًا"[2]

"معاملات میں تجربہ کار شخص سے مشورہ کیجئے وہ آپ کو اپنی رائے سے وہ چیز دیگا کہ جو اس کو بہت مہنگے اور گراں قدر طریقے سے حاصل ہوئی ہوگی اور آپ اس سے اس کو مفت میں حاصل کر لیں گے"

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنْ نَزَلَ بِنَا أَمْرٌ لَيْسَ فِيهِ بَيَانٌ: أَمْرٌ وَلَا نَهْيٌ، فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: تُشَاوِرُونَ الْفُقَهَاءَ وَالْعَابِدِينَ، وَلَا تُمْضُوا فِيهِ رَأْيَ خَاصَّةٍ"[3]

---

1 فتح الباری (دار المعرفہ بیروت) ج:۱۳، ص:۳۴۲

2 قرطبی، تحت آیت:۱۵۹ من سورۃ آل عمران (انوار القرآن محلہ جنگی پشاور) ج:۵، ص:۸۲۱

3 المعجم الأوسط، رقم الحدیث،۱۶۱۸ (دار الحرمین القاهرة) ج:۲، ص:۱۷۲

"میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول اگر ہمارے سامنے کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے کہ جس کے بارے میں شریعت کا کوئی مثبت اور منفی حکم نہ ہو تو آپ ہمیں ایسے موقع پر کیا حکم فرماتے ہیں (کہ اس اس موقع پر کیا کریں) تو رسول اللہ ﷺ نے (اس کے جواب میں)فرمایا کہ تم فقہاء اور عابدین (عبادت گذاروں) سے اس سلسلے میں مشورہ کرواور (دوسرے کی رائے لیے بغیر) تنہا اپنی رائے سے اس سلسلہ میں کوئی فیصلہ نہ کرو"

حضرت قاضی شریحؒ نے فرمایا کہ حضرت عمر نے مجھے فرمایا:

"وَاسْتَشِرْ أَهْلَ الْعِلْمِ وَالصَّلَاحِ"

"آپ اہل علم اور نیک لوگوں سے مشورہ کیجیئے"

"وينبغي أن يكون المستشار عاقلا كما ينبغي أن يكون عابدا"[1]

"مناسب یہی ہے کہ جس سے مشورہ لیا جاتا ہو وہ عبادت گزار ہونے کے ساتھ ساتھ عقل مند بھی ہوں"

جبکہ جمہوریت میں ہر کس وناکس حتی کہ کافر اور زندیق سے بھی مشورہ (رائے) لیا جاتا ہے۔

(5): مشورہ ایک ایمانی نظام ہے جس کا واضع خود باری تعالیٰ ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الأَمْرِ[2]

"اور ہر کام میں ان لوگوں سے مشورہ لو"

جبکہ جمہوریت ایک خاص طبقہ کا وضع کردہ تجربہ ہے۔

---

[1] روح المعانی، سورۃ الشوریٰ، تحت آیت:۳۸، (مکتبہ رشیدیہ) ج:۲۵/۲۶، ص:۶۵

[2] آل عمران:159

(6): مشورہ میں اہل الحَلِّ والعَقَد کی تعاون امیر اور حاکم کی طرف سے ہوتا ہے جبکہ جمہوریت میں عوام کی طرف سے حاکم کو منتخب کیا جاتا ہے اور حاکم کوئی بھی کام عوام کی منشاء کے خلاف نہیں کر سکتا خواہ وہ کام قرآن و سنت کے موافق کیوں نہ ہو بلکہ حاکم عوام کے تابع اور محکوم ہوتا ہے۔

(7): مشورہ میں رائے حاصل ہونے کے بعد فیصلہ حق اور اقرب الی الصواب کے کسوٹی پر ہوتا ہے۔ اگرچہ اکثریت اس کے مخالف کیوں نہ ہوں۔ جبکہ جمہوریت میں ہر صورت میں فیصلہ اکثریت پر ہوتا ہے اگرچہ وہ فیصلہ قرآن و سنت کے نصوص کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

(8): مشورہ ایک امانت اور ذمہ داری ہے جب مؤمن سے مشورہ طلب کیا جائے تو اس میں ایک احساس پیدا کرتا ہے ۔اللہ تعالیٰ کی یاد اور فکر آخرت کو بیدار کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے "اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ" (ترمذی) جبکہ جمہوریت کی بنیاد انسان کی خواہش پر ہے جس کے نتائج دھوکہ، فراڈ، اور دنیاوی مفاد کا حصول ہو گا۔

(9): اہل شوریٰ کے لیے شریعت میں اپنے اوصاف بیان ہوئے ہیں جیسا کہ امام قرطبیؒ رقمطراز ہیں:

"أَهْلُ مَشُورَتِكَ أَهْلَ التَّقْوَى وَالْأَمَانَةِ، وَمَنْ يَخْشَى اللَّهَ تَعَالَى"[1]

"مشورہ دینے والے پرہیز گار، امانت دار اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہوں گے"

جبکہ جمہوریت میں مذکورہ بالا شرائط اور صفات کا کوئی لحاظ نہیں۔ بلکہ کافر اور زندیق بھی رائے (ووٹ) دے سکتے ہیں۔

(10): مشورہ مؤمنین کی صفات میں سے ہے۔

"وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ"[2]

---

1 تفسیر قرطبی، تحت آیت:۱۵۹ من سورۃ ال عمران (الناشر: انوار القرآن محلہ جنگی پشاور) ج:۵، ص:۳۸۳

2 سورۃ شوریٰ :38

"اور وہ جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں اور ان کا کام باہمی مشورے سے ہوتا ہے اور ہمارے دیے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں"

جبکہ جمہوریت مغربی دین اور کافر و گمراہ لوگوں کا دستور ہے۔

(11): مشورہ میں اہل شوریٰ امیر کو مشورہ دیتے ہیں اور حاکم کی اطاعت ان پر واجب ہوتی ہے تو اصل تسلط اور طاقت امیر کا ہوتا ہے جبکہ جمہوریت میں تسلط اور طاقت کا سرچشمہ پارلیمنٹ اور عوام کا ہے۔ حاکم پر عوام کا تسلط ہوتا ہے اور عوام کی اطاعت واجب ہوتی ہے۔ جب عوام چاہے اس کو معزول کر سکتی ہے حالانکہ حاکم اہل شوریٰ کو معزول کر سکتا ہے۔

(12): مشورہ جمہور سلف اور خلف کے نزدیک مستحب ہے امام نوویؒ نے شرح مسلم میں اس پر اہل علم کا اجماع نقل کیا ہے۔ جبکہ جمہوریت ہر حال میں لازم ہے اور اس کا تنزل کسی حال میں جائز نہیں۔

(13): جب نص موجود ہو تو اس میں مشورہ نہ ہوگا جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مخالفین زکوٰۃ سے قتال کا ارادہ کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منع کیا لیکن آپ نے ان کے مشورہ کی طرف توجہ نہیں دی اور فرمایا:

"وَاللّٰهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ"[1]

جبکہ جمہوریت میں نصوص کی موجودگی کے باجود اس کے خلاف بل پاس ہوتے ہیں۔ جیسے ربا، شراب اور ٹرانس جنڈر وغیرہ۔

(14): مشورہ شرعی قواعد کی رو سے دیا جاتا ہے جبکہ جمہوریت کے اپنے اصول اور قواعد وضوابط ہوتے ہیں۔ جس کی پاسداری لازمی جزء ہے۔

1 جامع الترمذی

مشورہ اور جمہوریت کے درمیان فرق کے بارے شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل محمد دامت برکاتہم لکھتے ہیں:

"اسلامی شرعی شوریٰ اور موجودہ جمہوریت کے درمیان اتنا فرق ہے جتنا آسمان اور زمین میں، وہ مغربی آزاد قوم کی افراتفری کا نام ہے۔ جس کا شرعی شورائی نظام سے دور کا واسطہ بھی نہیں"[1]

مشورہ اور جمہوریت کے درمیان فرق کے بارے حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ رقمطراز ہیں:

"بعض لوگوں کو یہ حماقت سوجھی کہ وہ جمہوری سلطنت کو اسلام میں ٹھونسنا چاہتے ہیں اور دعوی کرتے ہیں کہ اسلام میں جمہوریت ہی کی تعلیم ہے اور استدلال میں یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ ''وشاورھم فی الامر '' مگر یہ بالکل غلط ہے۔ ان لوگوں نے مشورہ کی دفعات ہی کو دفع کر دیا اور اسلام میں مشورہ کا جو درجہ ہے اس کو بالکل نہیں سمجھا۔ اسلام میں مشورہ کا درجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت بریرہ سے فرمایا تھا کہ اے بریرہ! تم اپنے شوہر سے رجوع کر لو۔ قصہ یہ ہے کہ حضرت بریرہ پہلے باندی تھیں اور اسی حالت میں ان کا نکاح ایک شخص سے جن کا نام مغیث تھا، ان کے آقانے کر دیا تھا۔ جب وہ آزاد ہوئی تو قانون اسلام کے مطابق ان کو یہ اختیار دے دیا گیا کہ جو نکاح حالت غلامی میں ہوا تھا اگر چاہیں تو اسے فسخ کر دیں۔ اصطلاح شریعت میں اس کو اختیار عتق کہتے ہیں۔ اس اختیار کی بنا پر حضرت بریرہ نے نکاح سابق کو فسخ کر دیا، لیکن ان کے شوہر کو ان سے بہت محبت تھی۔ وہ صدمہ فراق میں مدینہ کے گلی کوچوں میں روتے پھرتے تھے۔ حضور ﷺ کو ان پر رحم آیا اور حضرت بریرہ سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے بریرہ! کیا ہی اچھا ہوا اگر تم اپنے شوہر سے رجوع کر لو۔ تو وہ دریافت فرماتی ہیں: یارسول اللہ! یہ آپ کا حکم ہے یا مشورہ کی ایک فرد ہے ؟

---

1 اسلامی خلافت، ص:117

اگر حکم ہے تو بسر و چشم منظور ہے گو مجھ کو تکلیف ہی ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ حکم نہیں صرف مشورہ ہے۔ حضرت بریرہ نے صاف عرض کر دیا اگر مشورہ ہے تو میں اس کو قبول نہیں کرتی۔ لیجئے اسلام میں یہ درجہ ہے مشورہ کا کہ اگر نبی اور خلیفہ بدرجہ اولی رعایا کے کسی آدمی کو کوئی مشورہ دیں تو اس کو حق ہے کہ مشورہ پر عمل نہ کرے اور محض ضابطہ کا حق نہیں بلکہ واقعی حق ہے۔ چنانچہ حضرت بریرہ نے جب حضور ﷺ کے مشورہ پر عمل نہ کیا تو حضور ﷺ ان سے ذرا بھی ناراض نہ ہوئے اور نہ حضرت بریرہ کو کچھ گناہ ہوا۔ نہ ان پر کچھ عتاب ہوا۔ سو جب امت اور رعایا اپنے نبی یا بادشاہ کے مشورہ پر عمل کرنے کے لیے اسلام میں مجبور نہیں تو نبی یا خلیفہ رعایا کے مشورہ سے کیونکر مجبور ہو جائے کہ رعایا جو مشورہ دے اسی کے موافق عمل کرے اس کے خلاف کبھی نہ کرے۔ پس "وشاورھم فی الامر" سے صرف یہ ثابت ہوا کہ حکام رعایا سے مشورہ کر لیا کریں یہ کہاں ثابت ہوا کہ ان کے مشورہ پر عمل بھی ضرور کر لیا کریں، اور اگر کثرت رائے بادشاہ کے خلاف ہو جائے تو کثیرین کے مشورہ پر عمل کرنے کے لیے مجبور ہے، اور جب تک یہ ثابت نہ ہو اس وقت تک "وشاورھم في الامر" سے جمہوریت ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی۔ جب اسلام میں ایک معمولی آدمی بھی بادشاہ کے مشورہ پر مجبور نہیں ہوتا تو تم بادشاہ کو رعایا کے مشورہ پر کیونکر مجبور کرتے ہو؟ آخر اس کی کوئی دلیل بھی ہے یا محض دعویٰ، اور ہمارے پاس حضرت بریرہ سے دلیل موجود ہے کہ کسی مشورہ پر عمل کرنا ضروری نہیں خواہ نبی ہی کا مشورہ کیوں نہ ہو۔ اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اگر حکام رعایا سے مشورہ لیں تو وہ ان کے مشورہ پر عمل کرنے کے لیے ہرگز مجبور نہیں ہیں بلکہ عمل خود اپنی رائے پر کریں، خواہ وہ دنیا بھر کے مشورہ کے خلاف کیوں نہ ہو۔ چنانچہ اس آیت میں آگے ارشاد ہے: "فاذا عزمت فتوکل علی اللہ" کہ مشورہ کے بعد جب آپ ارادہ کسی بات کا کریں تو خدا پر بھروسہ کر کے اس پر عمل کریں۔ یہاں "اذا عزمت" صیغہ واحد ہے۔ معلوم ہوا کہ عزم میں حضور ﷺ مستقل

تھے۔ اگر عزم کا مدار کثرت رائے پر ہوتا تو "اذا عزمت "نہ فرماتے بلکہ اس کے بجائے " اذا عزم اکثر کم فتوکل علی اللہ" فرماتے۔ پس جس آیت سے یہ لوگ جمہوریت پر استدلال کرتے ہیں اس کا اخیر جزو خود ان کے دعویٰ کی تردید کر رہا ہے مگر ان کی حالت یہ ہے ''حفظت شیئا وغابت عنک اشیاء'' کہ ایک جزو کو دیکھتے ہیں اور دوسرے جزو سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ دوسرے آیت میں صرف حکام کو یہ کہا گیا ہے کہ وہ رعایا سے مشورہ کر لیا کریں، رعایا کو تو یہ حق نہیں دیا گیا کہ از خود استحقاقاً حکام کو مشورہ دیا کرو چاہے وہ مشورہ لیں یا نہ لیں، اہل مشورہ ان کو مشورہ سننے پر مجبور کر سکیں، چنانچہ شریعت میں 'اشیروا الحکام وھو حقکم علیھم' کہیں نہیں کہا گیا۔ جب رعایا کو از خود مشورہ دینے کا کوئی حق بدرجہ لزوم نہیں تو پھر اسلام میں جمہوریت کہاں ہوئی کیونکہ جمہوریت میں تو پارلیمنٹ کو از خود رائے دینے کا حق ہوتا ہے چاہے بادشاہ ان سے رائے لے یا نہ لے "[1]

حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے خلیفہ اجل مفسر قرآن مولانا عبد الماجد دریا آبادیؒ لکھتے ہیں:

"وامرھم شوریٰ بینھم"

باہمی مشورے کی اہمیت اسی سے ظاہر ہے کہ شوریٰ کا ذکر نماز وزکوٰۃ کے ساتھ ساتھ فرمایا گیا ہے۔۔۔۔۔۔۔ اجتماعی صورت میں اس حکم کی تعمیل کی صورت یہ ہے کہ حکومت، حکومت شوریٰ ہو، جیسی کہ خلفائے راشدین کی تھی۔۔۔۔۔۔۔ اور وہ شرعی شورائی حکومت آج کی جمہوری نامذہبی حکومت کے مرادف نہیں۔

فقہائے مفسرین نے شوریٰ کی حیثیت کو خوب سمجھا ہے۔

---

1 وعظ تقلیل الاختلاط مع الانام، ص ۴۸،

"یدل علی جلالۃ موقع المشورۃ لذکرہ لھا مع الایمان واقامۃ الصلوٰۃ ویدل علی انا ماموروں بھا"[1]

البتہ شوریٰ کے سلسلے میں یہ یاد رہے کہ مشورے صرف انہیں امور میں پسندیدہ ہیں، جو بجائے خود قابل مشورہ ہوں بھی، اور جو چیزیں احکامِ قطعی میں داخل ہی مثلاً نماز پنجگانہ، رمضان کے روزے وغیرہا، سو اُن میں مشورہ نہیں۔

شوریٰ بینھم۔ الفاظ جہاں آمریت (ڈکٹیٹر شپ) و مطلق العنانی کی نفی کامل کرتے ہیں، وہیں جمہوریت اصطلاحی کے لیے بھی ہرگز وجہ جواز نہیں بنتے۔ الفاظ قرآنی کا صحیح مصداق دور خلافت راشدہ تھا۔"[2]

حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنیؒ اسی طرح مفسر قرآن رقمطراز ہیں:

"الیکشن کی قباحت:

۔۔۔۔ آیت کریمہ سے الیکشن کی قباحت بھی معلوم ہو گئی چونکہ الیکشن کی بنیاد اکثریت پر رکھی گئی ہے اس لئے الیکشن میں وہ آدمی جیت جاتا ہے جس کو ووٹ زیادہ مل جائیں بلکہ جس کے حق میں ووٹوں کی گنتی زیادہ ہو جائے وہ جیتتا ہے خواہ کسی طرح بھی ہو دھاندلی بھی کی جاتی ہے ووٹ خریدے بھی جاتے ہیں فریق مخالف کے ووٹوں کے بکس بھی غائب کئے جاتے ہیں۔

قطع نظر ان سب باتوں کے اکثریت پر کامیابی کی بنیاد رکھنا یہ مستقل وبال ہے اور غیر کے دین پر نہ خود چلنا ہے نہ دوسروں کو چلنے دینا ہے ایسے لوگوں کی رائے کا شرعاً کچھ وزن نہیں۔ دنیا میں جب سے جمہوریت کا سلسلہ چلا ہے بہت سے لوگ جنہیں علم کا گمان بھی ہے وہ بھی جمہوریت کے لئے اپنی

---

1 تفسیر جصاصؒ، ج:3، ص:386

2 تفسیر ماجدی، ج:6، ص:260-259

کوششیں خرچ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری کوشش سے فلاں ملک میں جمہوریت آگئی ہے گویا انہوں نے دین کا بہت بڑا کام کر دیا۔ یہ لوگ جمہوریت کے دینی نقصانات جانتے ہوئے اس کے لئے اپنی کوششیں صرف کرتے ہیں پھر جمہوریت کے اصول پر جو بھی کوئی بد سے بد تر ملحد زندیق منکر اسلام منتخب ہو جائے اسے مبارکباد دیتے ہیں کسی حلقے میں سو ووٹ ہوں اور اکیاون ووٹ کسی ملحد بے دین کو مل جائیں (جو اسی جیسے بے دینوں سے ملتے ہیں) تو فاسق فاجر الیکشن جیت لیتا ہے اور کامیاب سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کے کسی ملک کے چھوٹے بڑے عہدہ کے لئے کسی بھی فاسق فاجر کی رائے پر اعتماد کرنا درست نہیں جو لوگ اکثریت کے فیصلہ پر ایمان لاتے ہیں (اور اکثریت کا بے دین فاسق فاجر ہونا معلوم ہے) وہ "وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيث" پر بار بار دھیان کریں۔ پھر فرمایا: "فَاتَّقُوا اللهَ يَأُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ" کہ "اے عقل والو! اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ"

صاحب روح المعانیؒ لکھتے ہیں:

"ان مدار الاعتبار هو الخيرية والرداءة لا الكثرة والقلة"[1]

یعنی خبیث کے پرکھنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگرچہ زیادہ ہو اور طیب کو ترجیح دو اگرچہ کم ہو کیونکہ اچھا یا بُرا ہونے کا مدار اچھائی اور برائی اختیار کرنے پر ہے قلت یا کثرت پر نہیں۔[2]

میں نے آج تک کسی کو ووٹ نہیں دیا از امام اہل السنہ شیخ سرفراز خان صفدر صاحبؒ:

"آج بھی یہی حال ہے کمزور کو دھکے پڑتے ہیں اگر ان وڈیروں کے بلانے پر نہ آئیں تو بے عزتی کرتے ہیں تنگ کرتے ہیں۔ **میں نے آج تک کسی کو ووٹ نہیں دیا**۔ میری گلی کی نالی

1 تفسیر روح المعانی:، ج:07، ص:37

2 انوار البیان، ج:02، ص:180

دیکھ لو بند پڑی ہے، گندہ پانی کھڑا ہے تین ماہ سے چلا رہا ہوں کوئی شنوائی نہیں ہے۔ ان کی جو آدمی بات نہ مانے اس کا یہ حال کرتے ہیں۔ تو کمزور کہیں گے تمہاری دن رات کی تدبیریں، اجتماع، جلسے، جس وقت تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم کفر کریں اللہ تعالی کے ساتھ وَنَجْعَلَ لَهُ أَنْدَادًا اور بنائیں ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک"[1]

نوٹ: اگر ووٹ شہادت، وکالت، امانت وغیرہ ہے اور ووٹ نہ دینا ناجائز اور گناہ کا کام ہے تو آپ کے نزدیک شیخ صفدر صاحبؒ ساری زندگی یہ گناہ کرتے رہے اور آپ کے اس قول کے مطابق وہ فاسق رہا نعوذ باللہ۔ اسی طرح مولانا بجلی گھر صاحبؒ ایک بیان میں کہہ رہے ہیں کہ میں نے پچاس سال میں ووٹ نہیں دیا تو گویا بقول آپ کے وہ یہ گناہ کبیرہ پچاس سال بلکہ مرنے تک کرتے رہے، نعوذ باللہ۔۔۔ اسی طرح حاجی عبد الوھاب صاحبؒ اور دیگر ہزاروں بلکہ لاکھوں تبلیغی بزرگ بھی یہ گناہ کر کر کے دنیا سے فاسق گئے ہیں!؟ نعوذ باللہ۔

کبھی بھی پورے ملک میں الیکشن نہیں ہوا از مفسر قرآن حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنیؒ:

"یہ چاروں خلفاء کا انتخاب تھا ان میں کبھی بھی پورے ملک میں الیکشن نہیں ہوا۔ بلکہ پورے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی شریک نہیں ہوئے نہ پورا مدینہ شریک ہوا چند افراد نے منتخب کر لیا سب نے مان لیا ممکن ہے یورپ کی جمہوریت جاہلیہ سے مرعوب ہو کر بعض ناواقف یہ کہنے لگیں کہ صحیح طریقہ وہی ہے جو آج کل رواج پائے ہوئے ہے۔ ان حضرات نے انتخاب صحیح نہیں کیا۔ (العیاذ باللہ) اس جاہلانہ اُپچ کا جواب دینے کی ضرورت تو نہیں لیکن پھر بھی ہم عرض کر دیتے ہیں کہ یہ

1 تفسیر ذخیرۃ الجنان، ج:16، ص:252

اعتراض اللہ تعالیٰ کی ذات پر پہنچتا ہے۔ اللہ جل شانہ نے سورہ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۰ میں مہاجرین اور انصار اور جو خوبی کے ساتھ ان کا اتباع کریں ان کی تعریف فرمائی اور ان کے بارے میں رضی اللہ علیہم ورضوا عنہ فرمایا اگر انہیں حضرات نے اسلام کو نہیں سمجھا اور امیر کا انتخاب جس طرح ہونا چاہیے تھا اس طرح نہیں کیا تو ان کے بعد اسلام کو اور اسلام کے تقاضوں کو جاننے والا کون ہے؟ پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین (رواہ ابو داود والترمذی) (کہ میرے طریقے کو اور خلفاء راشدین کے طریقے کو اختیار کرنا) اگر ان حضرات کا اپنا انتخاب صحیح نہیں اور انہوں نے دوسروں کا انتخاب صحیح نہیں کیا تو وہ خلفاء راشدین ہو ہی نہیں سکتے۔ اگر آج کے جاہلوں کی بات مان لی جائے تو اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ حضرات صحابہ میں سے کوئی بھی خلیفہ راشد نہیں ہوا (العیاذ باللہ) دشمنوں کے طریقہ کار سے مرعوب ہو کر اسلام کی تحریف اور تبدیل کرنے پر آمادہ ہو جانا ایمانی تقاضوں کے سراسر خلاف ہے۔)"[1]

اسی طرح رقمطراز ہیں:

"موجودہ جمہوریت اور اس کا تعارف:

زمانہ قدیم میں بادشاہتیں جاری تھیں ولی عہدی کے اصول پر بادشاہت ملتی تھی عرب وعجم میں بادشاہ تھے ان میں ظالم بھی تھے، رحم دل بھی تھے اور انصاف پسند بھی۔ لیکن بادشاہت کی تاریخ میں زیادہ تر مظالم ہی ملتے ہیں۔ ان مظالم سے تنگ آکر یورپ والوں نے جمہوریت کا طرز حکومت جاری کیا اور اس کا نام عوامی حکومت رکھا۔ اس کے جو طریق کار ہیں انہیں عام طور سے سبھی جانتے ہیں۔ اس جمہوریت کا خلاصہ عوام کو دھوکہ دینا اور کسی ایک پارٹی کے چند افراد کے ملک پر مسلط ہونے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ عنوان یہ ہے کہ اکثریت کی رائے انتخاب میں معتبر ہوگی اور

---

1 تفسیر انوار البیان: ج:01، ص:539

انتخاب بالغ رائے دہندگی کی بنیاد پر ہو گا اس میں امیدوار کے لیے عالم ہونا، دین دار ہونا بلکہ مسلمان ہونا بھی شرط نہیں، پڑھے لکھے اور بالکل جاہل، جیپٹ مرد عورت امیدوار بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بعض پارٹی کے نمائندے ہوتے ہیں اور بعض آزاد ہوتے ہیں ان میں بعض وہ بھی ہوتے ہیں جو اسلام کے خلاف بولتے رہتے ہیں۔ اسلام کے نظام حدود و قصاص کو ظالمانہ کہتے ہیں جس کی وجہ سے حدود کفر میں داخل ہو جاتے ہیں اور انتخاب میں پارٹیوں کے زور پر اور سرداروں کے زور پر اور پیسوں کے زور پر ووٹ دینے والے بھی عموماً وہی لوگ ہوتے ہیں جو دین اسلام کے تقاضوں کو نہیں جانتے بے پرھے ملحد اور زندیق بھی منتخب ہو کر پارلیمنٹ میں آجاتے ہیں۔ جس شخص کو زیادہ ووٹ مل گئے وہ ممبر منتخب ہو جاتا ہے اگر کسی سیٹ پر گیارہ آدمی کھڑے ہوں تو ان میں سے اگر دس آدمیوں کو ۱۵-۱۵ ووٹ ملیں اور ایک شخص کو سولہ ووٹ مل جائیں تو یہ شخص سب کے مقابلہ میں کامیاب مانا جائے گا اور کہا یہ جائے گا کہ اکثریت سے منتخب ہوا حالانکہ اکثریت اس شخص کے مخالف ہے ڈیڑھ سو افراد نے اسے ووٹ نہیں دیئے سولہ آدمیوں نے ووٹ دیئے ہیں ڈیڑھ سو کی رائے کی حیثیت نہیں یہ جمہوریت ہے جس میں ۱۵۰ آدمیوں کی رائے کا خون کیا گیا اور سولہ افراد کی رائے کو مانا گیا۔ پھر پارلیمنٹ میں جس کسی پارٹی کے افراد زیادہ ہو جائیں اس کی حکومت بن جاتی ہے اور وہ افراد اسی طریقہ پر پارلیمنٹ میں آئے ہیں جو ابھی ذکر ہوا اس طرح سے تھوڑے سے افراد کی پورے ملک پر حکومت ہو جاتی ہے اور پارٹی کے چند افراد اختیار سنبھال لیتے ہیں اور سیاہ وسفید کے مالک ہو جاتے ہیں خود پارٹی کے جو افراد کسی بات سے متفق نہ ہوں انہیں پارلیمنٹ میں پارٹی ہی کے موافق بولنا پڑتا ہے اپنی ذاتی رائے کا خون کر دیتے ہیں۔ یہ جمہوریت اور اکثریت کی حقیقت ہے۔ پھر خدا کی پناہ مرکزی حکومت کے صدر اور وزیر اعظم اور دوسرے وزراء کے بے تکے اخراجات، بنگلے اوران کی سجاوٹیں، گاڑیاں، ڈرائیور، پٹرول کا خرچ، باورچی، مالی اور دوسرے خادموں

کی تنخواہیں اور وزیروں کی بے جا کھپت پارٹی کے آدمی ہونے کی بنیاد پر خواہ مخواہ عہدے نکالنا اور حد یہ ہے کہ وزیر بے قلمدان بنانا اور کثیر تعداد میں مشیروں کو کھپانا ان سب کا بوجھ قوم کی گردن پر ہوتا ہے۔ پھر ہر صوبہ کا گورنر، وزیر اعلیٰ، دوسرے وزراء اور نائب وزراء ان سب اخراجات سے ملک کا خزانہ خالی ہو جاتا ہے اور ملک چلانے کے لیے سودی قرضے لیتے ہیں اور قوم پر ٹیکس لگاتے ہیں۔ انکم ٹیکس، برآمد فیکس، کسٹم ڈیوٹی۔ یہ سب مصیبت قوم پر سوار ہوتی ہے اور عوام کو دھوکہ دے رکھا ہے کہ تمہاری حکومت ہے عوام ان پارٹی بازوں اور سیاسی بازی گروں کی باتوں میں آجاتے ہیں اور سیدھا سادھا اسلامی نظام جس میں ایک امیر مرکزی حکومت میں ہو جس کا معمولی سا وظیفہ ہو۔ اور علاقوں میں چند امیر ہوں اور یہ سب لوگ سادگی کے ساتھ رہیں بقدر ضرورت واجبہ ان کو وظیفہ مل جائے معمولی سے گھر میں رہیں۔ اگر کسی کا اپنا گھر ہے تو اس میں قیام پذیر ہو۔ اس نظام کو ماننے کے لیے لوگ تیار نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون کہا جاتا ہے کہ اسلام میں جمہوریت ہے اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ اسلام میں شوریٰ کی بھی کوئی حیثیت ہے تو یہ بات ٹھیک ہے۔ مگر اس کی حیثیت وہی ہے جو اوپر ذکر کر دی گئی ایسی حیثیت جس میں پورے ملک میں انتخاب ہو بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ہر کس وناکس ووٹر ہو اور کثرت رائے پر فیصلہ رکھا جائے اسلام میں ایسی جمہوریت نہیں ہے۔ بعض اہل علم بھی دانستہ یا نادانستہ طور پر اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں وہ اسلام کی بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بڑی محنتوں سے جمہوریت کو لائے ہیں اب اس کے خلاف کیسے بولیں۔ اور ان کی لائی ہوئی جمہوریت بالکل جاہلانہ جمہوریت ہوتی ہے جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ انتخاب میں کوئی بھی کیسا ہی بے دین منتخب ہو جائے جمہوریت جاہلیہ کی وجہ سے اس کے عہدہ کو ماننے پر مجبور ہوتے ہیں

کہ اب کیا کریں اب تو منتخب ہو ہی گیا عوام کی رائے کو کیسے ٹھکرائیں، قانون کے تابع ہیں اس کے خلاف چلنے بولنے کی کوشش کرنے کی کوئی اجازت نہیں"[1]

اسی طرح فرماتے ہیں:

"زُبانوں کے اختلاف کو اور اختلاف رائے اور فروعی مسائل کو جنگ وجدال اور اختلاف کا ذریعہ نہ بنائیں اور پہلے سے دیکھ کر متقی آدمی کو امارت اور خلافت سونپیں، یورپ سے آئی ہوئی جمہوریت جاہلیہ کو ذریعہ انتخاب نہ بنائیں جو فاسقوں بلکہ کفریہ عقائد رکھنے والوں کو بھی اقتدار اعلیٰ اور اقتدار ادنیٰ دلوادیتی ہے"[2]

ووٹ پر رداز شیخ الحدیث مولانا فضل محمد صاحب حفظہ اللہ (شیخ الحدیث بنوری ٹاؤن کراچی)

:

"ان طریقوں کے علاوہ جمہوریت بھی تشکیل حکومت کا ایک طریقہ ہے جس میں ووٹنگ کے ذریعہ سے ایک شخص منتخب ہو جاتا ہے۔ یہ یہودیت اور نصرانیت کا طریقہ ہے جو باعث لعنت ہے، اقبال مرحوم نے کہا ہے:

جمہوریت ایک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

پھر فرمایا:

جلال بادشاہی ہو کہ جمہوری تماشہ ہو
جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

---

[1] انوار البیان (برکی اسلامی کتب خانہ، پریس مارکیٹ ڈیرہ اسمعیل خان) ج:01، ص:537-536

[2] انوار البیان: ج:1، ص:493

پھر فرمایا:

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو

کہ از مغز دو صد خر فکر انسانی نمی آید

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ نے "فاذا عزمت فتوکل علی الله" کی تفسیر میں فرمایا کہ اس آیت سے جمہوریت کی جڑ کٹ گئی پھر فرمایا کہ جمہوری سلطنت بھی کوئی سلطنت ہوتی ہے؟ یہ محض بچوں کا کھیل اور انگریزوں کی بدعت ہے حضرت مفتی اعظم مفتی محمود علیہ نے اس کو لعنت قرار دیا تھا۔

حضرت یوسف لدھیانویؒ نے جمہوریت کو صنم اکبر سے یاد کیا، جب اسلام کے پاس تشکیل خلافت کے مستند طریقے موجود ہیں تو پھر بڑی ہی شرم کی بات ہے کہ ہم تشکیل حکومت میں یہود و نصاری کے دست نگر بن چکے ہیں)"[1]

اسی طرح ووٹ کے ناجائز ہونے کے بارے میں شیخ الحدیث فاضل محقق نوجوان حضرت مولنا ڈاکٹر شمس الہدیٰ صاحب رقمطراز ہیں:

"ووٹ جمہوری نظام کا اساسی جز اور بنیادی رکن ہے، ووٹ جمہوریت کی تشکیل میں کلیدی عنصر ہے، جمہوری نظام اپنے تمام تر پرزوں کے ساتھ انسانوں کا بنایا ہوا خود ساختہ نظام ہے، نہ کہ اللہ کا نازل کردہ نظام، اس نظام کے کسی جزء کو اپنے دوسرے اجزاء سے الگ کرکے نہیں دیکھا جاسکتا، اگر کسی عالم سے لغزش ہوئی ہو تو یقیناً وہ اجتہادی خطا کی وجہ سے عند اللہ ماجور ہیں، مگر حق واضح ہونے کے بعد اس غلطی پر اصرار انتہائی خطرناک اور موجب غضب الٰہی ہے، (زلۃ العالم زلۃ العالم)۔

1 مولانا فضل محمد صاحب حفظہ اللہ، توضیحات شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الامارۃ والقضاء، ج:05، ص:574

آئیے! اب جائزہ لیتے ہیں کہ ووٹ کیا ہے؟

نمبر1:۔ کہا جاتا ہے کہ ووٹ شہادت ہے۔ شہادت کی شرعی تعریف فقہاء نے لکھی ہے: "الشہادۃ اخبار صادق فی مجلس الحکم بلفظ الشہادۃ" (حاشیہ ہدایہ: جلد ۳ للعلامۃ اللکھنوی)

شہادت کے لئے درج ذیل چیزیں ضروری ہیں:

(1) خبر دینا (۲) مجلس حکم کا ہونا (۳) مشہود بہ کا مشاہد ہونا اور معین ہونا (۴) لفظ شہادت کا ہونا۔ جب کہ ووٹ میں ان میں سے کوئی نہیں پائی جاتی، ووٹ کسی شخص کے لکھے ہوئے نام کے سامنے بنے ہوئے کسی نشان پر تنہائی میں ٹھپہ لگانے کو کہتے ہیں، تا کہ وہ شخص کسی فورم یا ادارے کا رکن یا سربراہ بن جائے، اور اس کے اندر حکمران بنے یا بنانے کی اہلیت و ولایت پیدا ہو جائے، تو یہ انشاء ہوا نہ کہ اخبار، لہذا اس میں نہ تو اخبار ہے نہ مجلس حکم، نہ مشاہدہ و معائنہ، نہ لفظ شہادت، نہ اس شہادت پر مترتب ہونے والی قضائے قاضی۔ یہ تو بات ہوئی ارکانِ شہادت کی اور رکن کے انتفاء سے اصل تھی کا منتفی ہونا اہل علم کے ہاں مسلم ہے۔ رہیں شہادت کی شروط، تو وہ بھی یہاں نہیں پائی جاتیں، نہ عدد کی حد ہے نہ عدالت کی، مرد و عورت، آزاد، غلام، فاسق و فاجر، چور بدعنوان، زانی ڈاکو، قاتل و صالح بلکہ مسلم و کافر حتی کہ عقلمند و پاگل و بے وقوف سب برابر ہیں۔ خاص طور پر علماء کی توجہ کے لئے عرض کرونگا کہ ووٹ کو شہادت قرار دینا بداہۃً غلط ہے اس لئے کہ شہادت دلالت لفظیہ کے قبیلے سے ہے اور ووٹ دلالتِ غیر لفظیہ ہے "والشیئ لا یحتمل ضدہ" کا قانون مسلم بین العقلاء ہے۔

(۲) اسی طرح کہا جاتا ہے کہ ووٹ سفارش ہے، حالانکہ یہ سفارش بھی نہیں کیونکہ (۱) سفارش کا مطلب تو یہ ہے کہ ووٹر اپنے پسندیدہ امیدوار کو رکن بنانے کی کسی اتھارٹی کو سفارش کرے اور یہاں تو وہ کسی کو سفارش نہیں کر رہا بلکہ اپنا حکم اور فیصلہ صادر کر رہا ہے کہ میں نے اس شخص کو اپنا نمائندہ اور رکن اسمبلی بنا دیا ہے۔

(2) اگر کسی اتھارٹی کو سفارش ہے تو سوال یہ ہے کہ وہ اتھارٹی اور حکومت تو ابھی وجود میں ہی نہیں آئی، بلکہ خود اس کا وجود اس رکن کے ووٹ پر موقوف ہے، یہ بھی عقلا باطل ہے، کیونکہ یہ دور اور توقف الشئ علی نفسہ کو مستلزم ہے۔

(۳) اسی طرح کہا جاتا ہے کہ ووٹ مشورہ ہے، در حقیقت یہ مشورہ بھی نہیں، جس کو دیا جا رہا ہے وہ خود ابھی وجود میں نہیں آیا علاوہ ازیں مشورہ کا ماننا لازم نہیں ہوتا لیکن ایسا نہیں، نیز یہاں مشورہ نہیں بلکہ تعیین اور تقرر ہے۔

(4) اسی طرح کہا جاتا ہے کہ ووٹ امانتِ شرعیہ ہے، مگر یہ بھی ڈھکوسلہ ہے اور حقیقت میں ووٹ امانت بھی نہیں، کہ جب جمہوری نظام خود ساختہ اور غیر شرعی ہے کیونکہ ووٹ کے ذریعہ جمہور یعنی عوام کی حاکمیت قائم ہوتی ہے جو کہ جمہوریت مقصدِ اصلی اور بنیادی منشاء ہے جیسا کہ جمہوریت کی تعریف سے واضح ہے جبکہ اسلام غیر اللہ کی حاکمیت کو شرک قرار دیتا ہے۔ تو ووٹ امانت شرعیہ کیسے ہوئی؟ عوام کا حکمرانوں کو اپنے ہاتھوں سے تراش کر ان کی اطاعت کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ بت پرستوں کا اپنے ہاتھوں سے بت تراش کر ان کی عبادت اور اطاعت کرنا۔ اسی لئے تو جمہوری نظام میں حکمران کی کوئی وقعت اور وقار نہیں ہوتا۔ ہر طرف سے دباؤ اور بلیک میلنگ کا شکار ہوتا رہتا ہے۔

(5) کہا جاتا ہے کہ ووٹ وکالت ہے یہ بھی غلط ہے (1) عقود خلوت میں یکطرفہ طور پر اکیلے میں منعقد نہیں ہوتے شریعت میں ان کی کوئی نظیر نہیں (2) جب ووٹ گنے جاتے ہیں تو پتہ نہیں چلتا کہ کونسا ووٹ کس کا ہے لہذا جب وکیل صاحب کو مؤکل کا علم ہی نہیں تو انعقاد وکالت کیسے؟ شریعت میں اس کی کوئی مثال نہیں (3) اگر وکالت ہے تو ہارنے والا بھی وکیل بننا چاہیئے۔ شریعت میں اس کی کوئی مثال نہیں کہ مؤکل وکیل کا تقرر کرے اور وہ وکالت کی تمام شرعی شرائط

پر پورا اترے پھر بھی وکیل نہ بن سکے (4) اگر وکالت ہے تو شریعت میں مؤکل جب چاہے وکیل کو معزول کر سکتا ہے یہاں کیوں نہیں؟ (5) جب نمائندہ اپنے فورم سے استعفیٰ دے کر پھر واپس لے لیتا ہے تو وہ اپنی سیٹ پر برقرار رہتا ہے حالانکہ شریعت میں جب وکیل وکالت سے دستبردار ہو جاتا ہے تو پھر خود سے وہ دوبارہ وکیل نہیں بن سکتا جب تک موکل نہ بنائے۔ (6) شریعت میں اس کی کوئی مثال نہیں کہ کچھ افراد ایک شخص کو وکیل بنائیں اور دوسرے کسی اور کو اور پھر کچھ افراد کا منتخب کردہ ان کا بھی وکیل بن جائے جنہوں نے اس کو نہیں بنایا۔ (7) بلا مقابلہ انتخاب کی صورت میں تو کسی نے کسی کو نہ وکیل بنایا، نہ مشورہ دیا، نہ شہادت، نہ امانت کی صورت بنی، شرعاً اس کی کیا حیثیت ہو گی؟

منحوس جمہوری نظام حکومت گناہوں کا مجموعہ:

اب آئیے اس گناہوں کی مختصر فہرست کی طرف جن کا یہ نظام (جمہوریت) مجموعہ ہے، بلکہ ان میں تو کئی گناہ باعث کفر ہیں۔

1۔ حکومت الٰہیہ اور نظام خلافت کے مقابلہ میں جمہور کی حکومت قائم کرنا۔ 2۔ قانون سازی کا اور ترمیم کا اختیار حکومت و پارلیمان کو دینا۔ 3۔ غیر مسلم کفار کو ارکانِ اسمبلی و حکومت بنانا۔ 4۔ عورتوں کو ارکانِ اسمبلی و سربراہ حکومت بنانا۔ 5۔ فیصلے اکثریت کی بنیاد پر کرنا۔ 6 ۔ حکمرانوں کا خدا کی جگہ عوام کے سامنے جوابدہ ہونے کا انعقاد۔ 7۔ اظہارِ رائے کے نام سے بے لگام آزادی، جو کہ مفضی الی الارتداد ہے۔ 8۔ پارلیمنٹ کو سپریم سمجھنا۔ 9۔ عوام کو قوت کا سرچشمہ سمجھنا۔ 10۔ عوام کو تنظیم سازی اور پارٹیاں بنانے کا حق دینا۔ 11۔ شریعت اور قرآن وسنت پر آئین کی بالادستی اور آئین کو قرآن وسنت سے زیادہ اہمیت دینا۔ (اس کے علاوہ بھی بڑے بڑے گناہ ہیں جن کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں)۔

انتخابات اور ووٹوں کے موقع پر ہونے والے گناہ:

1۔ مسلمان کا مسلمان کے مقابلے میں حریف بن جانا حتی کہ علماء بھی، حالانکہ مسلمان کا حریف اللہ تعالیٰ نے کافر و منافق کو بنایا ہے نہ کہ مسلمان کو، بلکہ مسلمان تو مسلمان کا حلیف ہوتا ہے۔ 2۔ مسلمانوں کا مختلف تنظیموں اور پارٹیوں میں بٹنا اور امت واحدہ کے تصور کی بیخ کنی ہونا۔ 3۔ برادریوں، پارٹیوں اور قومیتوں کے تعصب میں مبتلا ہونا۔ 4۔ بلند و بانگ دعوے اور جھوٹے وعدے کرنا۔ 5۔ وعدہ خلافی کرنا۔ 6۔ مسلمانوں کو منافق اور ذوالوجہین بنانا۔ 7۔ بے تحاشا جھوٹ بولنا۔ 8۔ ایک دوسرے کی غیبت کرنا۔ 9۔ سب و شتم اور گالم گلوچ کرنا۔ 10۔ بہتان تراشی و الزامات کی بوچھاڑ۔ 11۔ رشوت دے کر ووٹ خریدنا۔ 12۱۲۔ ایک دوسرے کے عیوب کی پردہ دری کرنا۔ 13۔ اسراف و تبذیر اور مسلمانوں کے قیمتی مال کا ضیاع۔ 14۔ حب جاہ کا پیدا ہونا۔ 15 ۔ مختلف طریقوں سے ایک دوسرے کی تذلیل کرنا استہزاء سخریہ اور ہنسی مذاق اڑانا یعنی اکرام مسلم کے تصور کی نفی۔ 16 مسلمانوں کو ڈرانا دھمکانا۔ 17۔ امتِ مسلمہ کے معاملات و مصائب سے لاتعلقی اختیار کرنا۔ 18۔ معاہدہ توڑنا۔ 19 ۔ حب دنیا کا پیدا ہونا۔ 20 دشمنی و قتل اور خونریزی تک کا ارتکاب۔ 21۔ قیمتی وقت ان جمہوری تماشوں میں ضائع کرنا۔ 22۔ تصویر اور فوٹو کھنچوانا۔ 23۔ تکبر خصوصا جو جیت جائے اس کا تکبر قابل دید ہوتا ہے۔ 24۔ مسلمانوں کے املاک کو نقصان پہنچانا۔ 25۔ گانا بجانا اور میوزک کا استعمال۔ 26 ۔ عورتوں کی بے پردگی اور بلا ضرورت (الیکشن مہم اور ووٹ کی خاطر) گھروں سے نکلنا۔ 27۔ قومی وسائل کا بے دریغ استعمال۔ 28۔ اپنے اپنے امیدوار کی اس کے منہ پر تعریف کرنا۔ 29۔ خوشامد اور چاپلوسی کرنا۔ 30۔ نا اہلوں کو نمائندگی اور حکمرانی دینا۔ 31۔ ووٹ کی خاطر حق بات کہنے سے گریز کرنا یا ہاں میں ہاں ملانا۔ 32 کفر، ظلم اور گناہ پر معاونت اور مدد کرنا۔ 33۔ مسلمانوں کو ایذاء دینا مثلا راستے بند کرنا، تیز آواز میں لاؤڈ اسپیکر استعمال

کرنا۔ 34۔ اپنے مسلمان بھائی کی رسوائی، شکست اور تکلیف پر اظہار شماتت اور خوشی۔ نظام جمہوریت اور جمہوری انتخابات کی وجہ سے مسلمان ان عظیم گناہوں کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں ان میں سے ایک گناہ ہی اللہ تعالیٰ کے قہر و عذاب کو دعوت دینے کے لئے کافی ہے۔ چہ جائیکہ ان تمام نا فرمانیوں کا کھلم کھلا ارتکاب۔ کیوں نہ اس نظام جمہوریت سے چھٹکارا حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کے قہر کو دعوت دینے والے ان خطر ناک گناہوں سے اپنے آپ کو بچائیں۔"[1]

---

[1] جمہوریت اکابر علماء دیوبند کی نظر میں، صفحہ 157-163

کیا ووٹ امانت ہے؟

کیاووٹ امانت ہے؟:

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ووٹ امانت ہے لہٰذا اس کو ضائع نہیں کرنا چاہئے اور اپنے حقدار کو دینا چاہئے، اور استدلال میں اس آیت کریمہ کو پیش کرتے ہیں:

"إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا"[1]

اس پر ہم مختصر تجزیہ کرتے ہیں:

اس سے قطع نظر کے آیت کا شان نزول کیا ہے؟ اور اس امانت کے بارے میں کونسے اقوال ہیں؟ یہ بات ذکر کرتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں امانت سے ہر وہ حق مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ پر اداء کرنا واجب اور ضروری ہو یا ایک بندہ کا دوسرے بندہ پر کوئی واجب حق ہو، اللہ تعالیٰ کے حقوق مثلاً، نماز، روزہ، حج، نذر، وغیرہ لازمی اور ضروری فرائض و واجبات، اور ایک بندہ کا دوسرے بندے پر مثلاً جو ایک دوسرے کے ساتھ امانتیں رکھتا ہوں یا قرض وغیرہ جیسے کہ اسی آیت کے تحت امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

"وَهَذَا يَعُمُّ جَمِيعَ الْأَمَانَاتِ الْوَاجِبَةِ عَلَى الْإِنْسَانِ، مِنْ حُقُوقِ اللَّهِ، عَزَّ وَجَلَّ، عَلَى عِبَادِهِ، مِنَ الصَّلَوَاتِ وَالزَّكَوَاتِ، وَالْكَفَّارَاتِ وَالنُّذُورِ وَالصِّيَامِ، وَغَيْرِ ذَلِكَ، مِمَّا هُوَ مُؤْتَمَنٌ عَلَيْهِ لَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ الْعِبَادُ، وَمِنْ حُقُوقِ الْعِبَادِ بَعْضِهِمْ عَلَى بَعْضٍ كَالْوَدَائِعِ وَغَيْرِ ذَلِكَ مِمَّا يَأْتَمِنُونَ بِهِ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْ غَيْرِ اطِّلَاعِ بَيِّنَةٍ عَلَى ذَلِكَ"[2]

---

[1] سورۃ النساء،:58

[2] ابو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي (المتوفى: 774ھ) تفسير القرآن العظيم (دار طيبة للنشر والتوزيع) ج:2، ص:338

اب یہ بات انتہائی آسان ہو گئی کہ ووٹ امانت ہے یا نہیں ہے؟اس لئے کہ امام ابن کثیرؒ اور ان جیسے دیگر مفسرینؒ کی تصریحات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ امانت وہ چیز ہے جو بندہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لازم کی گئی ہو یا کسی دوسرے بندے کا حق ہو،اور ووٹ دینا تو نہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر بندے پر لازم قرار دیا گیا ہے اور نہ کسی دوسرے بندے کا حق ہے،اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس لئے لازمی نہیں کہ اسلام میں امیر کا انتخاب ہر کسی کا کام نہیں اور نہ یہ ذمہ داری ہر کسی پر عائد کی گئی ہے بلکہ جن لوگوں پر امیر اور حکمران کے انتخاب کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے ان کے لئے شرائط مقرر کی گئی ہیں،جس کو بعض علماء "شروط اہل الاختیار" سے تعبیر کرتے ہیں جیسا کہ امام ماوردیؒ متوفی (450ھ) اور قاضی امام ابو یعلیٰ متوفی (458ھ) ہر دو حضرات اپنی اپنی تصانیف "الاحکام السلطانیہ" میں رقمطراز ہیں۔امام ماوریؒ فرماتے ہیں:

"فَأَمَّا أَهْلُ الِاخْتِيَارِ فَالشُّرُوطُ الْمُعْتَبَرَةُ فِيهِمْ ثَلَاثَةٌ:

أَحَدُهَا: الْعَدَالَةُ الْجَامِعَةُ لِشُرُوطِهَا.

وَالثَّانِي: الْعِلْمُ الَّذِي يُتَوَصَّلُ بِهِ إِلَى مَعْرِفَةِ مَنْ يَسْتَحِقُّ الْإِمَامَةَ عَلَى الشُّرُوطِ الْمُعْتَبَرَةِ فِيهَا.

وَالثَّالِثُ: الرَّأْيُ وَالْحِكْمَةُ الْمُؤَدِّيَانِ إِلَى اخْتِيَارِ مَنْ هُوَ لِلْإِمَامَةِ أَصْلَحُ، وَبِتَدْبِيرِ الْمَصَالِحِ أَقْوَمُ وَأَعْرَفُ۔۔۔الخ"[1]

ترجمہ: کہ اہل الاختیار یعنی جو شخص امیر کا انتخاب کرے گا اس میں تین شرائط ہیں:(1) کامل عدالت(2)وہ علم جس کے ذریعے سے یہ پہچان سکے کہ کون اہل ہے۔(3)رائے اور حکمت جس کے ذریعے سے اس شخص کا انتخاب کرے جو امت کے لئے زیادہ فائدہ مند ہو اور مصالح کو جاننے والا ہو۔

1 الاحکام السلطانیہ(طبع:مکتبہ عمریہ)ج:01،ص:17

اسی طرح قاضی ابو یعلیؒ نے بھی یہی تین شرائط ذکر کیے ہیں:

"أما أهل الاختيار فيعتبر فيهم ثلاث شروط. أحدها: العدالة. وَالثَّانِي: الْعِلْمُ الَّذِي يُتَوَصَّلُ بِهِ إلَى مَعْرِفَةِ من يستحق الإمامة"

والثالث: أن يكون من أهل الرأي والتدبير المؤديين إلى اختيار من هو للإمامة أصلح" [1]

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ ہر کوئی امیر کے انتخاب میں دخل اندازی نہیں کر سکتا، بلکہ ان مذکورہ بالا شرائط کا حامل شخص ہی امیر کے انتخاب میں رائے دے سکتا ہے، ہر کس و ناکس رائے نہیں دے سکتا، بلکہ امام الحرمینؒ متوفی (478ھ) نے اجماع نقل کیا ہے کہ امیر کے انتخاب میں عوام، عورت، غلام اور اہل ذمہ رائے نہیں دے سکتے۔

امام الحرمینؒ کا اجماع کہ عورت، عوام، غلام اور ذمی کو حقِ انتخاب حاصل نہیں:

"فَلْيَقَعِ البِدَايَةُ بِمَحَلِّ الْإِجْمَاعِ فِيْ صِفَةِ أَهْلِ الْاخْتِيَارِ ثُمَّ يُنْعَطَفُ عَلَى مَوَاقِعِ الْاجْتِهَادِ وَالظُّنُوْنِ فَمَا نَعْلَمُهُ قَطْعًا أَنَّ النِّسْوَةَ لَا مَدْخَلَ لَهُنَّ فِي تَخَيُّرِ الْإِمَامِ وَعَقْدِ الْإِمَامَةِ، فَإِنَّهُنَّ مَا رُوجِعْنَ قَطُّ، وَلَوِ اسْتُشِيرَ فِي هَذَا الْأَمْرِ امْرَأَةٌ ; لَكَانَ أَحْرَى النِّسَاءِ وَأَجْدَرُهُنَّ بِهَذَا الْأَمْرِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ ثُمَّ نِسْوَةَ رَسُولِ اللّهِ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ، وَنَحْنُ بِابْتِدَاءِ الْأَذْهَانِ نَعْلَمُ أَنَّهُ مَا كَانَ لَهُنَّ فِي هَذَا الْمَجَالِ مَخَاضٌ فِي مُنْقَرَضِ الْعُصُورِ وَمَكَرِّ الدُّهُورِ.

وَكَذَلِكَ لَا يُنَاطُ هَذَا الْأَمْرُ بِالْعَبِيدِ، وَإِنْ حَوَوْا قَصَبَ السَّبْقِ فِي الْعُلُومِ.

وَلَا تَعَلُّقَ لَهُ بِالْعَوَامِّ الَّذِينَ لَا يُعَدُّونَ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَذَوِي الْأَحْلَامِ.

وَلَا مَدْخَلَ لِأَهْلِ الذِّمَّةِ فِي نَصْبِ الْأَئِمَّةِ.

فَخُرُوجُ هَؤُلَاءِ عَنْ مَنْصِبِ الْحَلِّ وَالْعَقْدِ لَيْسَ بِهِ خَفَاءٌ" [1]

---

[1] الاحکام السلطانیہ (مطبع: دار الکتب العلمیہ) ج:01، ص:19

اس مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ اسلام نے عوام، عورتوں اور اہلِ ذمّہ پر یہ ذمہ داری سِرے سے عائد ہی نہیں کی ہے کہ رائے دیں، بلکہ نہ صرف یہ کہ ذمہ داری عائد نہیں کی بلکہ ان کو یہ حق ہی نہیں دیا ہے کہ رائے دیں، اور یہ کوئی اختلافی مسئلہ بھی نہیں بلکہ اس پر اجماع امت ہے ۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ حق ہی نہیں دیا ہے تو پھر امانت کیسے ہوا؟ امانت تب ہوتی جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر فرض اور لازم قرار دیا ہوتا، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان پر لازم اور ضروری ہی نہیں قرار دیا ہے بلکہ ان کو یہ حق ہی نہیں دیا ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا، تو پھر ووٹ کے امانت ہونے کا مطلب کیا؟!

اور بندوں کی طرف سے بھی امانت اس لئے نہیں کہ عام طور پر جو لوگ امیدوار ہوتے ہیں وہ فاسق و فاجر ہوتے ہیں اور فاسق و فاجر کو تو منصب دینا شریعت میں منع ہے، منصب والوں کی شرائط علماء نے ذکر کی ہیں۔

منتخِب (باصطلاح جدید ووٹر) کے شرائط از امام ماوردیؒ:

"وَأَمَّا أَهْلُ الْإِمَامَةِ فَالشُّرُوطُ الْمُعْتَبَرَةُ فِيهِمْ سَبْعَةٌ:

أَحَدُهَا: الْعَدَالَةُ عَلَى شُرُوطِهَا الْجَامِعَةِ.

وَالثَّانِي: الْعِلْمُ الْمُؤَدِّي إلَى الِاجْتِهَادِ فِي النَّوَازِلِ وَالْأَحْكَامِ.

وَالثَّالِثُ: سَلَامَةُ الْحَوَاسِّ مِنْ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَاللِّسَانِ؛ لِيَصِحَّ مَعَهَا مُبَاشَرَةُ مَا يُدْرَكُ بِهَا.

وَالرَّابِعُ: سَلَامَةُ الْأَعْضَاءِ مِنْ نَقْصٍ يَمْنَعُ عَنِ اسْتِيفَاءِ الْحَرَكَةِ وَسُرْعَةِ النُّهُوضِ.

وَالْخَامِسُ: الرَّأْيُ الْمُفْضِي إلَى سِيَاسَةِ الرَّعِيَّةِ وَتَدْبِيرِ الْمَصَالِحِ.

وَالسَّادِسُ: الشَّجَاعَةُ وَالنَّجْدَةُ الْمُؤَدِّيَةُ إلَى حِمَايَةِ الْبَيْضَةِ وَجِهَادِ الْعَدُوِّ.

---

1 غیاث الامم فی التیاث الظلم (ناشر: دار المنهاج) ص:245

وَالسَّابِعُ: النَّسَبُ، وَهُوَ أَنْ يَكُونَ مِنْ قُرَيْشٍ؛ لِوُرُودِ النَّصِّ فِيهِ وَانْعِقَادِ الْإِجْمَاعِ عَلَيْهِ"[1]

ترجمہ: اہل الامامۃ (جو شخص حاکم اور امیر بن رہا ہو) میں سات شرائط ہیں:

(1): عدالت اپنے تمام شرائط کے ساتھ۔

(2): ایسا علم جو پیش آمدہ اور نوازل میں اجتہاد تک رسائی کرے۔

(3): حواس (کان، آنکھ، زبان وغیرہ) کا صحیح و سالم ہونا۔

(4): تمام اعضاء درست ہوں تاکہ کامل حرکت کرسکتا ہو اور جلدی اُٹھنا بیٹھنا کرسکتا ہو۔

(5): ذی رائے ہو تاکہ قوم و رعیت اور مصالح کے انتظام کرسکے۔

(6): امیر بہادری اور شجاع ہو تاکی دشمن سے جہاد کرسکے اور اسلام کا حمایت کرے۔

(7): قریشی ہونا۔ (اگر ان میں ایسا شخص موجود ہو ورنہ غیر قریشی بھی پھر بن سکتا ہے۔)

اسی طرح آگے وزارۃ التفویض کے بارے میں لکھتے ہیں:

"وَيُعْتَبَرُ فِي تَقْلِيدِ هَذِهِ الْوَزَارَةِ شُرُوطُ الْإِمَامَةِ إِلَّا النَّسَبَ وَحْدَه۔۔۔الخ".[2]

ترجمہ: اور وزارۃ التفویض میں بھی نسب کے علاوہ امامت کی تمام شرائط معتبر ہوں گی۔

لہٰذا جب شریعت نے ایک امیدوار کو منصب دینے سے روکا ہے تو اس کو ووٹ دینا امانت نہیں بلکہ خیانت ہوگا۔

لہٰذا ان تصریحات بالا سے معلوم ہوا کہ ووٹ کی حیثیت امانت کی بھی نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم۔

---

1 الاحکام السلطانیہ (طبع: مکتبہ عمریہ) ج:01، ص:18، 17

2 نفس مصدر: ص:55

ووٹر کے لئے آئین پاکستان کی رو سے شرائط:

(1): پاکستان کا شہری ہو،

(2): عمر اٹھارہ سال سے کم نہ ہو۔

(3): اس کا نام صوبہ کے علاقے کی انتخابی فہرست میں شامل ہو۔

(4): کسی با اختیار عدالت نے اسے خرابی دماغ کا مریض قرار نہ دیا ہو۔[1]

اب آپ اندازہ لگائیں کہ آئین پاکستان، ووٹ اور شریعت میں کتنا فرق ہے ؟؟

خلاصہ کلام:

ان تمام تر باحوالہ تفاصیل سے معلوم ہوا کہ ووٹ مغربی نظام کا ایک اہم رکن ہے اور ووٹ کا شریعت اور اسلام سے کوئی لینا دینا نہیں، لہٰذا ووٹ کو ان تصریحات کے بعد بھی یہ حیثیتیں دینا تحریف فی الدین اور علمی خیانت ہوگی۔

1 ڈاکٹر صفدر محمود، آئین پاکستان (کراچی: جہانگیر بکس کراچی پاکستان، بدون تاریخ) ج:01، ص:114

اِزالہ شبہات

اِزالہ شبہات

شبہ اول:

اگر ووٹ شہادت، شفاعت، وکالت، امانت اور مشورہ نہیں ہے تو مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے کیوں ووٹ کو یہ مذکورہ حیثیتیں دی؟ کیا آپ مفتی صاحب سے بڑے عالم ہیں؟۔

اس شبہ اور سوال کے جواب سے پہلے بطور تمہید اور بطور مقدمہ چند باتوں کو سمجھنا انتہائی ضروری ہیں:

(1): مخلوق میں تمام انبیاء کرام، اور رُسل علیھم السلام معصوم ہیں، یعنی ان حضرات سے گناہ کے درجہ کی خطاء نہیں ہوتی، گناہ کبیرہ ہو یا صغیرہ، ہاں خلاف اولیٰ وافضل کام اور اجتہادی خطاء سرزد ہوتا ہے لیکن من جانب اللہ اس پر فوراً تنبیہ ہوجاتی ہے اور اس کی اصلاح ہوجاتا ہے ان پاک ہستیوں کے علاوہ باقی تمام تر انسانیت غیر معصوم ہیں۔ اگر کوئی شخص بایں معنی کسی بھی بشر کے لئے عصمت ثابت کریں تو وہ کافر ہوگا۔ جیسے روافض۔

(2) انبیاء اور رُسل علیم الصلاۃ والتسلیمات کے علاوہ صحابہ کرام معصوم تو نہیں لیکن محفوظ ہیں، یعنی بعض سے گناہ کا صدور ہوا ہے۔ لیکن دنیا سے پردہ فرمانے سے پہلے پہلے انہوں نے توبہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمایا ہے لہذا صحابہ کرام تمام تر جنتی ہیں۔

(3) صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے علاوہ ہمارے زمانے تک اور قربِ قیامت تک باقی عام انسان نہ معصوم ہیں اور نہ محفوظ، ان سے خطاء ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ ائمہ مجتہدین حضرات کے بارے میں ہم نے اصول میں پڑھا ہیں کہ "المُجْتَہِدُ یُخْطِئُ وَیُصِیْبُ" کہ مجتہد اجتہاد میں خطاء بھی ہوجاتا ہے اور حق تک رسائی بھی کرتا ہے۔ جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ نے 61 اکسٹھ مسائل سے رجوع فرمایا ہیں، امام

ابو یوسفؒ نے ستانوے (97) مسائل سے رجوع فرمایا ہے۔ امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ نے 26 مسائل سے رجوع فرمایا ہے۔[1]

اسی طرح ائمہ مجتہدین سے لیکر آج تک مسلسل ہر عالم سے خطاء کا صدور ممکن ہے بلکہ واقع بھی ہے۔ اس تمہید کے بعد اب ہم اس سوال اور شبہ کا جواب دیتے ہیں:

اصولی طور پر یہ سوال اور شبہ اس بنیاد پر ہے کہ ہم اس غلط اور خطرناک عقیدہ یا عقیدت میں مبتلا ہیں کہ جب کوئی اکابر بن جائے تو پھر ان کا ہر قول اور فعل درست ہو گا اور ان سے کسی قسم کی خطاء صادر نہیں ہو سکتی حالانکہ یہ انتہائی خطرناک عقیدہ ہے جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رض سے منقول ہے:

"مَا أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ إِلَّا يُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ وَيُدَعُ غَيْرَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "[2]

ترجمہ: کہ کوئی بھی ایسا نہیں کہ (ان کا ہر قول قبول ہو) بلکہ اس کا بعض اقوال قبول ہوں گے اور بعض رد۔ نبی کریم ﷺ کے بغیر۔

اور اسی طرح قول امام مالکؒ سے بھی منقول ہے:

عن الإمام مالك بن أنسٍ رحمه الله تعالى: ''كُلُّ أَحَدٍ يُؤْخَذُ مِنْهُ وَيُرَدُّ عَلَيْهِ إِلاَّ صَاحِبُ هَذَا الْقَبْرِ''يعني النبيَّ صلى الله عليه وسلم "[3]

" کہ ہر کسی (کے اقوال) سے لیا بھی جائے گا اور رد بھی کیا جائے گا مگر ماسوئ اس قبر والے کے مراد نبی کریم ﷺ تھے"

---

1 الآلی المصنوعہ فی الروایات المرجوعہ، للعلامۃ المفتی مهدی حسن الشاہ جهانفوری، المفتی الاعظم بدار العلوم دیوبند، الهند (المتوفی 1396ھ۔

2 المعجم الكبير (دار إحياء التراث العربي) ج:11، ص:339

3 موطا امام مالکؒ (مؤسسة زايد بن سلطان آل نهيان للأعمال الخيرية والإنسانية- أبو ظبي- الإمارات) ج:01 ص:251

لہٰذا اس سوال کی بنیاد اس غلط عقیدہ پر ہے کہ بڑوں کی ہر بات درست اور چھوٹوں کی ہر بات غلط حالانکہ خود یہ عقیدہ ہی غلط ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ جن علماء نے ووٹ کو شہادت ،وکالت، مشورہ اور امانت قرار دیا ہے۔ تو یہ ان حضرات کی اجتہادی خطاء ہے جس پر وہ لوگ معذور بھی ہیں اور ماٴجور بھی۔ لیکن اب چونکہ فقہاء کرام کی تصریحات سے ان حضرات کا خطاء پر ہونا معلوم ہو چکا ہے۔ اس لئے اس کے بعد بھی ووٹ کو وہی حیثیتیں دینا ناجائز اور گمراہی اور تحریف فی الدین کے مترادف ہو گا۔

دوسرا شبہ:

اس پر بعض نادان یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ اب تو مجتہدین نہیں ہیں۔ تو مفتی شفیع صاحبؒ کیا مجتہد تھے ؟

جواب:اس سوال کا جواب یہ ہے. ہماری مراد اصطلاحی مجتہد نہیں ہے۔ اگر کسی نے اصول افتاء پڑھا ہو تو یہ اعتراض نہیں کرے گا۔ کیونکہ اصول الافتاء میں لکھا ہے کہ اگر کہ کوئی مفتی پیش آمدہ کسی مسئلہ پر جزیہ فٹ اور چسپاں کرے گا۔ تو اس کے لیے بھی سوچ اور فکر کی ضرورت ہے۔ کہ آیا یہ فلاں جزیہ اس حادثہ پر فٹ آتا ہے یا نہیں۔ تو اس سوچ و فکر اور غور کو علماء نے اجتہاد سے تعبیر کیا ہے۔ تو مراد یہی اجتہاد ہے چونکہ ووٹ خیر القرون میں نہیں تھا۔ اس لئے ووٹ پر کونسا شرعی حکم آئے گا۔ تو اس پر مفتی صاحب اور ان جیسے علماء نے غور و فکر کیا اور اس پر شہادت ،وکالت اور شفاعت وغیرہ کے احکام جاری کئے جو کہ ایک قسم کا اجتہاد تھا۔ لہٰذا ہم ان علماء کرام کو اجتہادی خطاء پر سمجھتے ہیں۔ اس لیے اگر علماء کرام کو اجتہادی خطاء پر تسلیم نہ کیا جائے تو قرآن و سنت اور فقہ کے مسلّمات بے کار ہو جائیں گے۔ جیسا کہ رسالہ میں با حوالہ ذکر ہوا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ اس بات سے ان علماء کرام کی شان میں کوئی گستاخی یا بے ادبی لازم نہیں آتی۔

لطیفہ:

جب ہم نے ووٹ کے معاملہ میں مفتی صاحبؒ کو اجتہادی خطاء پر قرار دیا۔ اس وقت بعض نادانوں نے ہمیں گستاخِ اکابر اور غیروں کے ایجنٹ وغیرہ مختلف القابات دیئے۔ لیکن جب ہم نے جواہر الفقہ کے حوالہ سے مفتی صاحبؒ کا رد پرچم نبوی پر پیش کیا۔ تو بعض مناظرین حضرات کہنے لگے کہ یہ مفتی صاحبؒ کی اجتہادی خطاء تھی لیکن یہ حضرات پھر بھی اکابرین کے متبع ہیں۔ جس عمل پر ہم گستاخ ٹہریں انہیں عمل سے وہ گستاخ نہیں بلکہ مدافعین اکابرین ٹھریں، تو بہ۔۔۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کردے تو چرچا نہیں ہوتا

تیسرا شبہ:

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ووٹ دینا جائز نہیں۔ تو اگر ہم ووٹ علماء کو نہ دیں تو پھر فساق وفجار پارلیمنٹ جائیں گے تو کام اور بھی خراب ہو جائے گا۔ لہذا علماء کو ووٹ دینا چاہیئے۔ اگر اسلام نہ آئے تو کم از کم خلاف شریعت بلوں کا رد اور اسلام کا دفاع تو ہو جائے گا۔

جواب:

ووٹ علماء کو دینے سے فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ایک طرف نہ ہونے کے برابر دین کا دفاع ہوتا ہے۔ تو دوسری طرف شرکی اور کفری نظام میں شرکت کر رہے ہیں۔ اور انہی علماء کرام کی شرکت کی وجہ سے آج لوگ اُس کفری نظام کو اسلامی کہہ رہے ہیں جس کو کل تک کفری کہہ رہے تھے۔ اور دلیل میں کہتے ہیں کہ اگر یہ نظام کفری ہوتا تو علماء کرام کیوں اس میں شریک ہوتے۔ دوسری یہ کہ پچھتر (75) سالہ تجربہ نے بھی یہ بات ثابت کردی ہے کہ اس

گندے اور کفری نظام میں علماء کی شرکت کسی بھی دینی فائدہ کے حصول کرنے کا ذریعہ نہیں بنی، نہ تو ایک سینما بند ہوئی اور نہ ایک اسلامی سزاء نافذ ہوئی۔۔۔۔۔۔

اور اس کے علاوہ یہ بات اصولی طور پر بھی غلط ہے۔ اس لیے کہ جب یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر علماء پارلیمنٹ میں نہ ہوتے تو پھر تو سارا پارلیمنٹ فساق و فجار سے بھرا ہوتا۔ تو سوال یہ ہے کہ یہ بات انبیاء کرام اور رُسل علیہم الصلاۃ والتسلیمات نے کیوں نہ سوچی ؟۔ جن جن انبیاء کرام نے ہجرت کی تو سب نے کفار کا کفری نظام چھوڑا تھا۔ ہمارے پیارے پیغمبر خاتم النبیین ﷺ نے کیوں یہ نہ سوچا کہ اگر ہم ہجرت کریں گے تو مکہ میں سارے مشرکین رہ جائیں گے اور کوئی توحید کا نعر بلند کرنے والا نہ رہے گا۔ لہٰذا ہمیں کفار کے ساتھ رہنا چاہیئے تاکہ کچھ نا کچھ توحید اور عبادت تو رہے، نہیں بلکہ آپ ﷺ نے بھی ہجرت فرمائی اور میدان کو مشرکین کے لئے عارضی طور پر چھوڑا۔ اگر اس نظریہ پر عمل کیا جائے تو ہجرت کا عظیم عمل باطل ہو جائے گا۔ لہٰذا یہ نظریہ بھی غلط ہے۔ بلکہ انبیاء کا طریقہ کار دعوت اور جہاد ہے۔ جب زمین تنگ ہو جائے تو ہجرت کی جائے گی۔ اور پھر آپ ﷺ کی طرح فاتحانہ طور پر واپسی ہو گی۔

ووٹ یا مغربی جمہوریت سے کبھی بھی اللہ کا دین دنیا میں غالب نہیں ہو سکتا از مفتی شامزئی شہید صاحبؒ:

جیسا کہ مفتی شامزئی شہید صاحبؒ فرماتے ہیں:

"اسلام اگر آئے گا تو جہاد کے ذریعے سے آئے گا۔۔۔ اور اس دنیا میں جہاں بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کا دین غالب ہو گا تو وہ جہاد کے ذریعے سے ہو گا ووٹ کے ذریعے یا مغربی جمہوریت کے ذریعے سے کبھی

بھی اللہ تبارک و تعالی کا دین دنیا میں غالب نہیں ہو سکتا نہ ہی اس کے ذریعے سے کبھی اسلام آسکتا ہے"[1]

چوتھا شبہ:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ووٹ کی پرچی جہاد کے قائمقام ہے اس لیے کہ جہاد حسن لغیرہ ہے اور حسن لغیرہ میں آلہ بدلتا رہتا ہے۔ جس طرح پہلے زمانے میں جہاد تلوار سے، پھر بندوق سے اور اب ووٹ کی پرچی بندوق کے قائمقام ہے لہذا ووٹ دینا جہاد ہے۔

اس شبہ کے جواب اور ازاالہ سے پہلے بھی ایک مقدمہ ضروری ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے فرائض بندوں پر عائد کر دئیے ہیں۔ جیسے نماز، روزہ، حج، جہاد، زکاۃ وغیرہ تو ان سب کو ادا کرنے کا طریقہ بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کے زریعے امت کو بتلا دیا ہے۔ ان فرائض کو بندہ اس طریقہ پر اداء کرنے کا پابند ہے۔ جس طریقہ سے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سکھایا ہے۔ ہم نماز اور اس جیسے دیگر فرائض کے طریقہ کار کو بدلنے کا اختیار نہیں رکھتے۔ جیسا کہ امام عبدالعزیز بن احمد بن محمد بن علاء الدین البخاری الحنفی (متوفی 730ھ) فرماتے ہیں:

"وَالْفَرَائِضُ فِي الشَّرْعِ مُقَدَّرَةٌ لَا تَحْتَمِلُ زِيَادَةً وَلَا نُقْصَانًا أَيْ مَقْطُوعَةً ثَبَتَتْ بِدَلِيلٍ لَا شُبْهَةَ فِيهِ مِثْلُ الْإِيمَانِ وَالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالْحَجِّ "[2]

ترجمہ: اور فرائض شریعت مقرر کئے گئے ہیں لہذا زیادت اور نقصان کا احتمال نہیں رکھتے یعنی یقینی ہیں اور قطعی دلائل سے ثابت ہیں جس میں شک و شبہ نہیں، جیسے ایمان، نماز، زکات اور حج۔

---

1 ماہنامہ سنابل کراچی، مئی 2013ء صفحہ 33-34

2 الأسرار شرح أصول البزدو، عبد العزيز بن أحمد بن محمد، علاء الدين البخاري الحنفي (المتوفى: 730ھ)(دار الكتاب الإسلامي، كشف، دار الكتاب الإسلامي، بدون تاريخ)ج:02، ص:300

لہٰذا اب آتے ہیں اصل جواب کی طرف،جہاد بھی ایک محکم فریضہ ہے. جسکا طریقہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے امت کو بتایا ہے ۔ اور شریعت میں شرعی جہاد وہ ہے جس میں اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر کفار سے لڑے، مسلمان مجاہد بھی زخمی اور شہید ہوں اور کفار بھی زخمی اور جہنم واصل ہوں ۔ اور اسی طریقے سے جہاد تا قرب قیامت جاری رہے گا۔ہاں زخمی اور قتل کرنے کے آلات زمانے کے بدلنے سے بدلتے رہیں . گے۔پہلے زمانے میں تلوار، خنجر، تیر وغیرہ تھے۔اب بندوق اور جدید قسم کے اسلحے ہیں۔ تو اب سوال یہ ہے کہ کیا ووٹ کی پرچی سے کافر زخمی اور قتل ہوسکتا ہے ؟ جواب نفی میں ہو گا۔ لہٰذا ہر وہ آلہ جہاد کا آلہ تصور ہو گا جس سے کفار زخمی اور قتل ہوں۔ اور ووٹ کی پرچی سے نہ کوئی زخمی ہوتا ہے اور نہ قتل۔ لہٰذا ووٹ کی پرچی کو تلوار اور بندوق کے قائم مقام قرار دینا کھلی گمراہی اور تحریف فی الدین ہے۔ بلکہ جہاد کو ختم کرنا اور اسکی اصلی شکل کو مسخ کرنا ہے۔ جو حضرات یہ بات کرتے ہیں ان پر کفر کا خطرہ ہے۔ایک چھوٹے عمر کے مفتی کا کلپ سُنا وہ کہہ رہے تھے کہ جہاد حسن لغیرہ ہے اور حسن لغیرہ میں تبدل آسکتا ہے اور پھر یہ ووٹ کی پرچی والی بات کہی۔

ہم کہتے ہیں کہ وضوء بھی حسن لغیرہ ہے اسی طرح حج اور روزہ بھی حسن لغیرہ ہے۔ تو کیا زمانہ کے تبدل سے وضوء کا طریقہ بدل سکتا ہے ؟ کہ ایک آدمی کہہ دے کہ بس اب زمانہ بدل گیا ہے لہٰذا پانی کے بجائے کسی دوسری چیز پر وضوء کرنا چاہیئے۔ نہیں ہر گز نہیں بلکہ وضوء پانی ہی سے ہو گا۔ہاں پانی کوزے کے بجائے اب نلکوں میں ہے تو کوئی بات نہیں۔ تو اسی طرح جہاد بھی آلہ قتل ہی ہو گا نہ کے ووٹ کی پرچی سے۔

پانچواں شبہ:

مذکورہ باحوالہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ ووٹ کی شرعی کوئی حیثیت نہیں لیکن یہ جو اتنے بڑے بڑے علماء کہتے ہیں۔

جواب:

حق دلیل سے پہچانا جاتا ہے نہ کہ اشخاص سے۔ آپ نے حق مسئلہ کو پہچانا لہٰذا اس مسئلہ میں آپ کو اہل حق بھی معلوم ہونے چاہئے۔

امام عبدالرحمن ابن الجوزیؒ (المتوفی 597ھ) نے اپنی کتاب "تلبیس ابلیس" میں امت محمدیہ کے عقائد وافکار میں شیطان کی تلبیس (دھوکہ دہی) کے باب میں بیان فرمایا ہے:

"واعلم أن عموم أصحاب المذاهب يعظم فِي قلوبهم الشخص فيتبعون قوله من غير تدبر بما قَالَ وهذا عين الضلال لأن النظر ينبغي أن يكون إِلَى القول لا إِلَى القائل"[1]

مذاہب کے پیروکار جس شخص کی عظمت دل میں بٹھا لیتے ہیں تو اسکی ہر بات سوچ سمجھے بغیر مانتے چلے جاتے ہیں، اور یہ صورت عین گمراہی ہے، کیونکہ کسی قول کے قائل کی طرف دیکھے بغیر قول میں فکر ونظر کرنی چاہیئے (کہ صحیح ہے یا غلط)

پھر آگے لکھتے ہیں:

"كَمَا قَالَ على رَضِيَ اللَّهُ عنه للحرث بْن حوط وَقَدْ قَالَ لَهُ أتظن أنا نظن أن طلحة والزبير كانا عَلَى باطل فَقَالَ لَهُ يا حارث إِنَّهُ ملبوس عليك إن الحق لا يعرف بالرجال أعرف الحق تعرف أهله"[2]

---

1 امام ابن قیم الجوزیؒ، تلبیس ابلیس (بیروت: دار الفکر للطباعۃ والنشر، لبنان) ج:01 ص:74

2 تلبیس ابلیس (دار الفکر للطباعۃ والنشر، بیرزت، لبنان) ج:01، ص:74

جیسا منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حارث بن حوط نے کہا کہ: کیا آپ سمجھتے ہیں کہ سیدنا طلحہ و سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما کو ہم باطل پر سمجھتے ہیں؟

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے حارث یہ معاملہ تم پر مشتبہ ہے یعنی تمہارے لئے واضح نہیں، اے حارث! تم حق کے بارے میں تردد کا شکار ہو،

یاد رکھو، لوگوں کو دیکھ کر حق نہیں پہچانا جاتا، حق کو پہچانو، اہلِ حق کو خود ہی پہچان جاؤ گے۔" (کہ کون صحیح ہے اور کون غلط)۔

مطلب یہ کہ:

لوگوں کو حق سے پہچانا جاتا ہے نہ کہ حق کو لوگوں سے۔

اور اندلس کے محقق اور مشہور عالم امام (إبراهيم بن موسى بن محمد الغرناطي الشهير بالشاطبي المتوفی 790ھ) رحمہ اللہ اپنی معروف کتاب "الاعتصام" میں فرماتے ہیں:

"ولقد زل أقوامٌ بسبب الإعراض عن الدليل والاعتماد على الرجال، فخرجوا بسبب ذلك على جادة الصحابة والتابعين واتبعوا أهواءهم بغير علم فضلوا عن سواء السبيل"[1]

کتنے ہی لوگ دلیل سے اعراض کر کے اور کچھ شخصیات (کے اقوال و افعال) پر اندھا دھند اعتماد کر کے جادہ حق اور صحابہ و تابعین کے رستہ سے پھسل گئے، دراصل یہ لوگ اپنی خواہشات کے پیرو کار بنے، اور گمراہ ہو گئے۔

اسی طرح امام ابو محمد عبد الرحمن بن محمد بن ادریس بن المنذر التمیمی الحنظلی الرازی ابن ابی حاتم (متوفی 327ھ) امام ابن شہاب زہریؒ پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

1 الاعتصام (کتب خانہ رشیدیہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور) ج:01 ص:537

"فالغلَطُ لا يَسْلَمُ منه أحدٌ، والكمالُ ليس لمخلوق، وكلُّ أحدٍ يؤخذُ مِنْ قولِهِ ويُتْرَك، إلا النَّبيَّ ﷺ"[1]

ترجمہ: پس غلطی سے کوئی بھی بچ نہیں سکتا اور مخلوق کے لئے کمال نہیں، اور ہر انسان کے اقوال سے لئے بھی جائیں گے اور رد بھی کئے جائیں گے، مگر نبی ﷺ کے بغیر۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

"مَنْ عَرَفَ الْحَقَّ بِالرِّجَالِ حَارَفِي مقَامَاتِ الضَّلال"[2]

ترجمہ: یعنی جو شخص حق کو رجال اور لوگوں کے زریعے سے معلوم کرے گا تو وہ گمراہیوں کی گھاٹیوں میں گر پڑے گا۔

لہٰذا حق کو معلوم کر کے اس پر عمل کرنا چاہیئے اشخاص کو دیکھنا نہیں چاہیئے، حق جس کے پاس بھی ہو۔

ہاں جن بڑوں سے یہ خطاء سے ہوئی ہے ان کے بارے میں ہمارا بھی وہ نظریہ ہے جو ہمیں امام ذہبیؒ نے دیا ہے، وہ امام قتادہ بن دِعامہؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ثم إن الكبير من أئمة العلم إذا كثر صوابه، وعلم تحريه للحق، واتسع علمه، وظهر ذكاؤه، وعرف صلاحه وورعه واتباعه، يغفر له زلاته، ولا نضلله ونطرحه وننسى محاسنه. نعم، ولا نقتدي به في بدعته وخطئه، ونرجو له التوبة من ذلك"[3]

---

1 أبو محمد عبد الرحمن بن محمد بن إدريس بن المنذر التميمي، الحنظلي، الرازي ابن أبي حاتم (المتوفى: 327) کتاب العلل لابن أبي حاتم (الناشر: مطابع الحميضي) ج:01، ص:66

2 علامہ ملا علی القاری، مجموع رسائل، رسالہ: تبعید العلماء عن تقریب الامراء (المکتبہ المعروفیہ کوئٹہ لاہور پاکستان) ج:06، ص:471

3 سير أعلام النبلاء، لشمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي (المتوفى: 748ھ) (ناشر: مؤسسة الرسالة) ج:05، ص:271

ترجمہ: اکابر علماء اور ائمہ علم میں سے جس کی بیشتر آراء کی درستی، اس کی حق تک پہنچنے کی تڑپ، علم کی وسعت، ذہانت و فہم کی گہرائی، دین داری و تقوی اور اتباع حق کا جذبہ معلوم ہو، اس کی غلطیوں سے در گزر کیا جائے گا، اور نہ تو اسے گمراہ کہا جائے گا نہ ہی اُٹھا کر پھینک دیا جائے گا اور نہ ہی اس (کی غلطیوں کی سبب اس) کے محاسن بھلائے جائیں گے۔ ہاں! مگر ہم اس کی بدعت یا اس کی خطاء میں میں اس کی اتباع نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھیں گے کہ وہ اس کی غلطیوں کو معاف فرمائیں گے

۔

لہٰذا ہم بھی ان اکابرین کے ساتھ یہی معاملہ کریں گے اور یہی ہمارا ان کے بارے میں نظریہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین حق سمجھنے اور اس پر پورا پورا عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین یارب المجاہدین)

کتبہ: ندیم خان درویش

یوم الاحد، 16 ربیع الاول 1445ھ

موافق: یکم اکتوبر 2023ء۔